ہفت روزہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۹ رشمارہ نمبر ۸

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے

کفار مکہ کی سودے بازی کی ناکام کوشش

تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور صحابہ کرام رض

حیادار پلیٹیں اور مغربی تقلید

مرزا قادیانی لعنہ ایک نامراد عاشق

افسانہ نہیں حقیقت

سامراجی انعام یافتہ ڈاکٹر سام کی اردو کے خلاف سازش

آپ کے مسائل

از: محمد منظور احمد الحسینی صاحب

بالوں کا نوچنا

سوال نمبر ۳: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی خواہش کی خاطر یا اپنے آپ کو سنوارنے کے لئے بال کاٹنا گناہ نہیں البتہ بالوں کی نمائش ذکی جائے کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بھی درست نہیں ہے زینت کی خاطر بال نوچنے والیوں پر بھی لعنت آئی ہے۔

سوال نمبر ۴: بالوں کے عام طور پر پچھلی طرف سے سر سے نکل آتے ہیں یعنی بال نیچے سے چڑ جاتے ہیں جس کی وجہ سے بالوں کی شکل خراب ہو جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس طرح بال بڑھتے نہیں کیونکہ نیچے سے ٹوٹتے رہتے ہیں کیا اس طرح کے بالوں کو نیچے سے کاٹنا درست ہے اس سے گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب: اگر ان کے سرے کاٹنے سے اس بیماری کا علاج ہو سکتا ہے تو اس ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

سوال نمبر ۵: میں نے "ریاض الصالحین" میں سے یہ حدیث پڑھی ہے

عن ابن عباس ان رسول ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة۔

(صفحہ نمبر ۶۳۹ حدیث نمبر ۱۶۴۲)

اس حدیث میں "واسمة" کے لفظ کا ترجمہ "گودنے والی" کیا گیا ہے براہ کرم لفظ "گودنے" کی وضاحت فرمادیں۔

جواب: سوئی کے ذریعہ بدن کو گود کر اس میں رنگ بھر دیا جاتا ہے گودنے اور گودوانے والی سے یہی مراد ہے اور حدیث کی رو سے یہ فعل حرام اور موجب لعنت ہے۔

قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں سے تعلقات

محمد شاہد نواز — لاہور

آپ کا رسالہ ختم نبوت جلد ۸ شمارہ نمبر ۴۳ نظر سے گذرا اس میں "آپ کے مسائل" کے تحت چند سوالات اور ان کے جوابات تحریر تھے۔ ان میں سے ایک سوال قادیانیوں اور غیر مسلموں مثلاً عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں تھا کہ کیا ان کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ مگر آپ نے صرف قادیانیوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ کھانا ناجائز ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ مگر مجھے آپ کے اس جواب سے قطعاً اتفاق نہیں ہے بالکل اسی طرح قادیانیوں میں سے مرزا غلام قادیانی دجال نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا اسی طرح قادیانیوں کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی مصنوعات کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہئے (وہ اس طرح کہ جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو یہودیوں اور عیسائیوں نے سازشیں شروع کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد طلیحہ اور مسلیمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا) اگر ہم مرزا غلام قادیانی کے نبوت و رسالت کے دعویٰ کرنے پر تھوڑا سا غور کرلیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرزا غلام قادیانی دجال کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر آمادہ کرنے والے انگریز تھے اور ان کا مذہب عیسائی تھا۔ اور ان عیسائیوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا یہ نہایت آسان طریقہ نکالا تھا اور بجائے اس کے کہ ہم قادیانیوں کا بائیکاٹ کریں ہم قادیانیوں اور عیسائیوں دونوں کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔

اگر آپ نے عیسائیوں اور یہودیوں کو اہل کتاب میں شامل فرما کر ان سے کھانے پینے کی اجازت دی ہے، تو عرض ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس قدر تحریف کرلی ہے کہ ان کی تقریباً کوئی چیز اصل میں موجود نہیں ہے لہٰذا اس لئے یہ اہل کتاب بھی نہیں ہیں۔

لہٰذا آخر میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ بندہ کی ان معروضات پر تھوڑا سا غور فرمایا جائے۔ اور اگر لکھنے میں کوئی سرزنش رہ گئی ہو تو اسے معاف کیا جائے۔

جواب: کسی غیر مسلم کے ساتھ خورد و نوش کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بغیر کسی ضرورت اور مجبوری کے اس کو معمول بنالیا جائے یہ صورت تو کسی غیر مسلم کے ساتھ بھی جائز نہیں کیونکہ اکٹھے کھانا پینا دوستی اور یگانگت کی علامت ہے اور کسی بھی غیر مسلم سے ایسا دوستانہ تعلق کہ اس کو ہم نوالہ و ہم پیالہ بنالیا جائے صحیح نہیں اس سے حتی الوسع غیر مسلم کے ساتھ کھانا نہ کھایا جائے۔

دوسری صورت ضرورت اور مجبوری کی ہے مثلاً ہم کھانا کھا رہے ہیں کہ اتنے میں کوئی غیر مسلم آجائے اور اسے کھانے کی ضرورت ہے اس صورت میں اس کے ہاتھ منہ دھلا کر اسے شریک دسترخوان کرنا جائز ہے۔ چنانچہ ایسی ضرورتوں کے موقعوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان سے بعض غیر مسلموں نے بھی کھانا کھایا مگر قادیانی چونکہ زندیق اور مرتد ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بعض قادیان کو (نعوذ باللہ) "محمد رسول اللہ" "احمد مجتبیٰ" کہتے ہیں جو ایک مسلمان کی غیرت ایمانی کے لئے چیلنج ہے، اس لئے ان کے ساتھ کسی حال میں بھی کوئی تعلق رکھنا جائز نہیں جس مسئلہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں کھانے پینے کی یہی دوسری صورت مراد ہے پہلی صورت مراد نہیں، "قادیانیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے درمیان کیا فرق ہے" اس موضوع پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے اس کا مطالعہ فرمالیا جائے

ہمارے بہت سے مسلمان بھائی ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں، یہودیوں سے تو نفرت کرتے ہیں مگر قادیانیوں مرزائیوں سے نفرت نہیں کرتے حالانکہ مرزائیوں کا کفر دوسرے غیر مسلموں سے بدتر ہے۔

کیا یہ قسم ہے؟

نامعلوم

پوچھنا یہ ہے کہ میرے ایک دوست نے اپنی والدہ سے کسی بات پر وعدہ کیا اس کے الفاظ یہ تھے کہ میں PROMISE کرتا ہوں کہ آئندہ فلاں کام نہیں کروں گا؟

(۱) کیا یہ کوئی قسم ہوگئی اور اب اس کام کے کرنے پر کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب: یہ قسم نہیں اس کے خلاف کرنے پر کوئی کفارہ نہیں۔

(۲) کسی سے وعدہ کرکے توڑنے کا عمل کیسا ہے؟

جواب: منافق کا کام ہے۔

ہفت روزہ

ختم نبوت

انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۸	جلد نمبر ۹	۴ تا ۱۰ محرم الحرام ـ مطابق ۲۷ تا ۲ اگست ۱۹۹۰ء

مدیر مسئول عبدالرحمٰن باوا

اس شمارے میں

۱ـــــ آپ کے مسائل ـــــ ۲

۲ـــــ صحابہ کرام رضی (نظم) ـــــ ۴

۳ـــــ قادیانی ڈاکٹر سلام کی اردو زبان کے خلاف سازش ـــــ ۵

۴ـــــ سلف میں عورتوں کی تعلیم کی شکل کیا تھی! ـــــ ۷

۵ـــــ اللہ کا معنی و مفہوم ـــــ ۹

۶ـــــ مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے ـــــ ۱۱

۷ـــــ تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام ـــــ ۱۲

۸ـــــ کفار مکہ کی حضور سے بازنا کی ناکام کوشش ـــــ ۱۳

۹ـــــ رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور صحابہ کرام رضی ـــــ ۱۴

۱۰ـــــ حیاء دار بیگمیں اور مغربی تقلید ـــــ ۱۵

۱۱ـــــ مطالعات و تعلیقات ـــــ ۱۷

۱۲ـــــ سید حسین احمد مدنی قدس سرہ ایک جامع شخصیت ـــــ ۱۹

۱۳ـــــ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ـــــ ۲۰

۱۴ـــــ ایک اسرار عاشق، افسانہ نہیں حقیقت ـــــ ۲۲

۱۵ـــــ مرزا سے قادیانی ادیاس کا افیمی خاندان ـــــ ۲۳

پبلشر: عبدالرحمٰن یعقوب باوا — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ۳۰ پرانی نمائش کراچی

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا مفتی احمد الرحمٰن | مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا منظور احمد الحسینی | مولانا بدیع الزمان
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

سرکولیشن منیجر

محمد انور

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ
کراچی ۷۴۴۰۰ ـ پاکستان
فون نمبر ۷۸۰۳۳۷

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 71-737-8199.

چندہ

سالانہ	۱۵۰ روپے
ششماہی	۷۵ روپے
سہ ماہی	۳۵ روپے
فی پرچہ	۳ روپے

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک
۴۵ ڈالر

چیک یا ڈرافٹ بنام "ویکلی ختم نبوت"
الائیڈ بنک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۳۴۳ کراچی پاکستان
ارسال کریں

صحابہ کرامؓ

حضرت سرور میواتی، لاہور پاکستان

شہنشاہِ کونین، خیر الانام
جنابِ محمدؐ علیہ السلام

بنایا اُنہیں حق نے اپنا حبیب
کیا ان کو سب انبیاء کا امام

صحابہؓ ہیں ایسے رہے جس طرح
ستاروں کے جھرمٹ میں ماہ تمام

بنے وارثِ تاجِ رُوم و عجم
شہنشاہ ہر دوسرا کے غلام

ملی سب کو خلدِ بریں کی نوید
خُدا کے ہیں پیارے صحابہ کرامؓ

صحابہؓ کا کردار گر دیں نکال
شریعت ہماری رہے ناتمام

ابوبکرؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
ہیں چاروں بزرگانِ ذی احترام

جو اِن کے تقدس کا مُنکر ہُوا
ہوئی اس پہ جنت کی خوشبو حرام

خبیث و ذلیل و اَلَدُّ الخصام
لگاتے ہیں اصحابؓ پر اتہام

یہ مرزائی اور ان کے جھوٹے نبی
جہنم میں جائیں گے جھونکے تمام

خُدا کی عنایات سے شاد مال
رہیں اہلِ سُنت دوام و مدام

بزرگانِ دینؒ اور اصحابؓ پر !
برستی رہیں رحمتیں صبح و شام

نبیؐ و صحابہؓ پہ سرور مدام
کروڑوں درود اور کروڑوں سلام

قادیانی ڈاکٹر شام کی طرف سے اردو زبان کیخلاف سازش

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم

”اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کا ہم زبان، تاکہ انہیں واضح کرے“۔

”لکل قوم ھاد“ کے مطابق کوئی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ وہ پیغمبر یا رسول خود اسی قوم میں سے بھیجا اور اس کی زبان بھی وہی تھی جو اس قوم کی زبان تھی اگر ایسا نہ ہوتا کہ قوم کی زبان کچھ ہے اور پیغمبر کی زبان کوئی اور ہے تو وہ ایک دوسرے کی بات ہی نہ سمجھ سکتے۔ نتیجہ یہ کہ فریضہ رسالت ہی ادا نہ ہوتا۔ اس لئے یہ ایک اصول ٹھہرا کہ پیغمبر خود اس قوم کی زبان بولتا اور قوم کو انہی کی زبان میں خدا کا پیغام پہنچاتا ہے۔

پچھلی صدی میں پنجاب سے انگریزی دور حکومت میں انہیں کے اشارے یا ہدایت کے مطابق چراغ بی بی کے پیٹ سے نکلنے والے (نکلنے کا لفظ خود اس نے لکھا ہے) مرزا غلام مرتضےٰ کے بیٹے مرزا نے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا لیکن پنجابی ہونے کے باوجود اس نے پنجابی زبان میں ایک کتاب بھی نہیں لکھی۔ اس کی کتابیں اردو میں ہیں یا دوسری زبانوں میں جہاں تک اس کے نام نہاد الہامات کا تعلق ہے ان کا تو کہنا ہی کیا، وہ ان زبانوں میں ہوتے تھے جنہیں وہ خود بھی نہیں سمجھتا تھا، چنانچہ وہ خود لکھتا ہے۔

”بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں، جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں“۔ جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ“

(نزول المسیح ص ۵۷)

اور پھر یہ بات بھی خود مرزا قادیانی نے ہی لکھی ہے کہ:۔

یہ ”بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا، جو انسان کی زبان سے بالاتر ہو“۔

(چشمہ معرفت ۲۰۹)

اب قرآنی اصول اور خود مرزا قادیانی کے اقوال کی روشنی میں اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، وہ اپنے دعوؤں میں یقینی طور پر جھوٹا تھا۔ ایسے میں جو لوگ اس کو نبی یا جو کچھ بھی سمجھتے ہیں۔ ہم ان کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی عقل پر پتھر پڑے ہوئے ہیں اور ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں پر تالے پڑ چکے ہیں کیا انہیں قرآن کا واضح اصول نظر نہیں آتا کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں ہی آتا ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی کی زبان پنجابی تھی اور الہام ایسی زبانوں میں ہوتے تھے، جنہیں وہ خود بھی نہیں سمجھتا تھا، اور جب وہ خود اپنے الہام ہی نہ سمجھتا ہوا ور دعویٰ یہ ہو کہ میں خدائی و آسمانی علوم کا ماہر ہوں۔ اور مجھے اولین وآخرین کا علم دیا گیا، تو اس سے بڑا دجال، مکار، دغاباز اور فریبی بھی کوئی ہو سکتا ہے؟ لعنۃ اللہ علیہ۔

ہم جب کسی قادیانی سے اس بارے میں سوال کرتے ہیں کہ نبی کے بارے میں قرآن نے یہ واضح اصول بیان کیا ہے کہ وہ جس قوم میں آتا ہے، اس کا ہم زبان ہوتا ہے اور مرزا قادیانی پنجاب میں آیا، مادری زبان پنجابی (لیکن کتابوں کے نام پر دکانداری اردو اور دوسری زبانوں میں ہے) تو کسی قادیانی کے پاس اس کا جواب نہیں ہوتا۔ اور وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اب مرزا قادیانی کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کا ایک پیروکار پیدا ہوا ہے جس نے مذکورہ بالا سوال کا جواب دینے کی بجائے ایک نیا راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ یہ کہ اردو زبان کو مسخ کر دیا جائے اور اسے اسی طرح چوں چوں کا مربہ بنا دیا جائے جس طرح ان کے آقا مرزا قادیانی کے نام نہاد الہامات اور اس کی جھوٹی نبوت تھی۔

ڈاکٹر مذکور نے لندن کی ایک تقریب میں بھی اردو زبان کو مسخ کرنے کی ترغیب دی تھی، اس سے قبل اس نے گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلہ ماہنامہ راوی (جلد ۷۷ دسمبر ۱۹۸۹ء جو ۱۲۵ سالہ جشن کا خصوصی شمارہ ہے) کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

رہیں چاہوں گا کہ پاکستان میں ایک نئی اردو پیدا ہو، جو پرانی اردو سندھی بلوچی پشتو، انگریزی، پنجابی اور جھنگ کی منفرد بولی کا امتزاج ہو، جو یگانگت اور قومیت کا احساس بڑھائے۔"

۱۔ جہاں تک ہم نے اس کے پس منظر پر غور کیا تو ہمیں ڈاکٹر مذکور کے آقا مرزائے قادیان کے وہ الہامات نظر آئے جو ایسے مختلف زبانوں میں ہوتے تھے اگر اردو کی ایسی مسخ شدہ صورت جنم لیتی ہے تو آئندہ نسل کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش کیا جائے گا کہ قرآن پاک میں نبی کے بارے میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ وہ اسی قوم کا ہم زبان ہو تو قادیانیوں کی کم از کم نئی نسل اس مسخ شدہ اردو اور مرزا قادیانی کے الہامات کو سامنے رکھ کر یہ کہہ سکتی ہے کہ دیکھ لیجئے مرزا قادیانی اسی قوم کے ہم زبان تھے کیونکہ اردو (مسخ شدہ) ایسی ہے اور مرزا قادیانی کے الہامات بھی ایسے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ انگریزی کے ساتھ وہ عبرانی زبان کو کیوں نظر انداز کر گئے۔ آخر مرزا قادیانی کو عبرانی زبان میں بھی تو (نام نہاد) الہام ہوتے تھے۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر سام اب ایسی اردو تیار کرنے کی کوشش میں ہیں بلکہ ممکن ہے کوشش شروع بھی کر دی گئی ہو، جس سے کم از کم اپنے آقا مرزا قادیانی کو دنیا کے سامنے سرخرو کر سکے لیکن وہ جتنی بھی کوشش کرے مرزا جیسے بد رو کو سرخرو نہیں کر سکتا، وہ جھوٹا تھا، جھوٹا ہے اور جھوٹا رہے گا۔

۲۔ ممکن ہے ڈاکٹر مذکور یہ کہے کہ میرا مقصد ہرگز یہ نہیں جو بیان کیا گیا، بلکہ یہ ہے کہ قومی یکانگت پیدا کی جائے تو ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر سمیت تمام قادیانی پاکستان کے دشمن اور اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں، ان کا مقصد یگانگت پیدا کرنا نہیں بلکہ دوئی اور منافرت پیدا کرنا ہے، جیسا کہ ہم نے گذشتہ سے پیوستہ شمارے میں ماڈل کالونی کراچی کے بارے میں دلائل سے ثابت کیا کہ وہاں قادیانی مہاجروں اور پنجابیوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں اور انہیں گھروں سے نکال رہے ہیں۔

اگر ڈاکٹر مذکور خلوص دل سے قومی یگانگت کا حامی ہوتا تو اسے یہ تلقین کرنے کی بجائے کہ "پاکستان میں نئی اردو پیدا ہو جو پرانی اردو سندھی بلوچی پشتو انگریزی اور جھنگ کی منفرد بولی کا امتزاج ہو۔ اردو سندھی بلوچی پشتو دان طبقے کو یہ تلقین کرنا چاہیے تھی کہ وہ تمام زبانیں سیکھیں خصوصاً پاکستان میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں انہیں ضرور سیکھنے کی کوشش کریں۔ اس سے باہمی محبت بڑھے گی اور قومی یگانگت بھی پیدا ہوگی۔

لیکن چونکہ ڈاکٹر کے دل میں کھوٹ ہے اس لئے مذکورہ بالا بیان سے اس کے دل کا کھوٹ باہر آ گیا ہے۔ یہ نہ صرف اردو جو بین الصوبائی زبان ہے اور پاکستان کے تمام صوبوں میں بولی جاتی ہے اس کے خلاف سازش ہے بلکہ سندھی بلوچی پشتو وغیرہ کے خلاف بھی سازش ہے۔ اس لئے ہم تمام زبانی کے ادیبوں دانشوروں اور اہل علم سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں کو سمجھیں۔ ہمیں یہاں مصر کے مرحوم صدر جمال عبدالناصر کا مقولہ یاد آ گیا۔ انہوں نے اپنی کتاب فلسفہ انقلاب میں لکھا ہے:

"اگر سمندر کی تہہ میں دو مچھلیاں بھی باہم برسرپیکار ہوں تو سمجھ لیجئے کہ اس چپقلش میں بھی سیاست افرنگ کی کارفرمائیاں ہوں گی۔"

بعینہٖ قادیانیوں کا کوئی لیڈر یا سربراہ کوئی تجویز یا منصوبہ بھی پیش کرتا ہے تو اس کے پس پردہ خطرناک سازش کارفرما ہوتی ہے اس لئے ان سے پوری قوم کو ہوشیار رہنا چاہیے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ گذشتہ سال قادیانیوں کے بھگوڑے پیشوا مرزا طاہر نے ایک اچھوتے اور قرآنی اصول کے بالکل خلاف مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اس چیلنج میں بطور خاص صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا نام لیا گیا تھا جس پر ہم نے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا، جس کا عنوان تھا۔

" مباہلے کا چیلنج نہیں، خطرے کی گھنٹی"!

اس میں ہم نے جناب صدر کو مخاطب کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ آپ کے اردگرد قادیانیوں نے گھیرا ڈالا ہوا ہے ہمیں مرزا طاہر کے چیلنج سے کسی خطرناک سازش کی بو آ رہی ہے اور کسی بھی وقت کوئی خطرناک حادثہ رونما ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد صدر مرحوم کے جہاز کو خطرناک قسم کا حادثہ پیش آیا، جس میں نہ صرف مرحوم صدر صاحب بلکہ فوج کے بہت سے قیمتی مسلمان جرنیل بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ چنانچہ اس حادثہ کے زیر الجواب ہی قادیانیوں نے یہ واویلا شروع کر دیا کہ حادثہ مباہلہ کی فتح ہے حالانکہ نہ وہ مباہلہ تھا اور نہ ان کی فتح بلکہ یہ سازش تھی، جسے انتہائی منظم مگر خفیہ طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ ہمیں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں، ہم سرکار دو عالم امام آخرالزمان تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اور قادیانیت کے سپیشلسٹ جس طرح ڈاکٹر سے خطرناک مریض کی بوقت پوسٹ مارٹم کوئی چیز چھپی نہیں رہتی بعینہٖ قادیانیوں کی ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اس فتنہ کی بنیاد ہی سازشوں پر رکھی گئی اور وہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

سلف میں عورتوں کی تعلیم کی کیا شکل تھی؟

مولانا محمد ایوب صاحب سواتی

انسانی زندگی میں "مرد اور عورت" (چکی کے دو پاٹ کی طرح) ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر زندگی گذارنا اگر دشوار و ناممکن سا ہے۔

مرد کا عورت کے بغیر رہنا اس کی اندرونی زندگی کو مکدر کر دیتا ہے۔ اور عورت کے لئے مرد کے بغیر بیرونی معاش کے مسائل کو پریشان کن بنا تا ہے۔ اور چونکہ دونوں سے متعلق ہر قسم کی ضروریات ہیں۔ اس لئے عام طور پر ایک ہی شخص دونوں کاموں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی یہ دونوں قسمیں اسی لئے رکھی ہیں کہ ایک ایک نظام ایک کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ خلقی طور پر اسباب صلاحیتیں اور قوتیں بھی ویسی ہی خالق کونات نے ودیعت کر رکھی ہیں۔ تاکہ ہر شخص اپنے دائرہ اور حلقہ اربعہ میں رہ کر اپنا کام کر سکے، البتہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت خدا کے حکموں کی تعمیل اور بجا آوری کا تعلق ہے۔ اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں، عمر کا ایک لاشعوری حصہ گذرنے کے بعد جب شعور کو پہنچ جائیں اور جوان ہو جائیں۔ تو پھر خداوندی احکامات کے مکلف ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، جب تک اس کا صحیح علم حاصل نہ ہوگا اس پر عمل کرنا بھی مشکل ہے، لہٰذا مردوں کی طرح عورتیں بھی لازماً علم دین کو حاصل کریں گی۔

احکام و عبادات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس پر دونوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔ جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ، حلال و حرام کی معرفت و پہچان، گھر بار معاملات اور ایک دوسرے کے حقوق اچھے اور برے اخلاق و عادات وغیرہ، ان تمام باتوں کو جاننے میں دونوں برابر ہیں، ہاں جو چیزیں صرف مرد کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے سیاست مدینہ (ملکی نظم و نسق) عدل و انصاف کے قوانین وغیرہ عورت اس کو حاصل کرنے کی مکلف نہیں۔

آج جب کہ جہالت کا دور دورہ ہے۔ لوگ اپنے مذہب کی باتوں سے ناواقف ہیں۔ انہیں موٹے موٹے عقائد کا بھی پتہ نہیں عملی احکام اور مسائل تو درکنار ایسے نازک دور میں اگر کوئی دینی علم کو حاصل کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ تو اسے بھی دقیانوسی خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ علم صحیح زندگی کی وہ بڑی نعمت ہے، جس کے بغیر زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔ جہالت سراسر تاریکی ہے۔ اور علم سراپا روشنی، جس قدر علم کی روشنی ہوگی، جہالت اور بدعت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

آج جب لوگوں سے یہ بات کی جاتی ہے کہ عورتوں کو بھی دینی تعلیم سکھائی جائے۔ تو انہیں بڑا تعجب ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کس طرح دینی تعلیم دیں۔ جب کہ ان کے لئے مدارس ہیں نہ مراکز، اور اس کے بغیر تعلیم کیسے ہوگی۔

اس طرح کے سوالات اس لئے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ دینی تعلیم و تربیت کی فضا عام نہیں رہی، خود مردوں میں دینی تعلیم کا فقدان اور جہالت کا ایسا دور دورہ چلا ہے۔ کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر دینی مسائل جاننے والوں سے خالی نظر آئیں گے، حالانکہ تاریخ دیکھئے کہ ہمارے پچھلے مسلمانوں نے عورتوں کو کس طرح تعلیم دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لیکر آج تک علم دین عورتوں میں کس طرح پہنچا۔ اور کیا کیا صورتیں تھیں۔ جب کہ فخر زماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے تو اس وقت دین و ایمان نام کی کوئی چیز نہیں تھی، جہالت کا دور تھا اور جہالت بھی اس قدر کہ وہ دور ہی تاریخ میں جاہلیت کہلاتا تھا ظاہر ہے کہ اس دور سے زیادہ کوئی دور علم کا محتاج نہیں تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی باتوں کو لوگوں کے سامنے بیان فرماتے جس میں عورتیں بھی شامل تھیں مسجد نبوی کی تمام نمازوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شریک جماعت ہوتیں جس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے طریقے اور دین کی باتیں معلوم ہوں ورنہ ظاہر ہے کہ مسجد میں ان عورتوں کے محرم اور باپ بھائی وغیرہ بھی ہوتے تھے ان کو ——— جو معلوم ہوتا وہ گھر آکر سنا دیتے۔ اور اس طرح ان کو بھی معلومات ہوتیں۔ لیکن عورتیں بھی شریک ہوتیں۔ کیوں کہ براہ راست اخذ کرنے میں جو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وہ بالواسطہ دوسروں سے سنکر نہیں۔ اور پھر مسجد پر ہی اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی اور ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو الگ جاکر تبلیغ فرمائی۔ ان کو پند و نصائح فرمائے یہی وجہ ہے کہ مشہور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

(علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے)

گویا علم کے حصول کی ذمہ داری مرد پر ہی نہیں عورت پر بھی فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دین و احکام کا اہتمام جیسے مردوں کے لئے فرماتے، عورتوں کے لئے بھی فرماتے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا۔

باب عظۃ الامام النساء وتعلیمھن

یعنی:۔ امام اور خلیفۃ المسلمین کو چاہیئے کہ وہ عورتوں کو نصیحت کرے، اور پھر حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لوگوں کو وعظ فرمایا پھر یہ خیال ہوا کہ عورتوں کو (دور بیٹھنے کی وجہ سے) آواز نہیں پہنچی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے قریب تشریف لے گئے۔ اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی حدیث کے راوی حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے

ہیں کہ اس وعظ کا یہ اثر ہوا کہ عورتیں اپنے زیورات اور بالیاں وغیرہ نکال نکال کر خیرات کرنے لگیں۔ اور حضرت بلالؓ انہیں اپنے دامن میں جمع کرنے لگے۔ تاکہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق خرچ کیا جاسکے۔

اس حدیث سے صاف عورتوں کی مستقل تعلیم کا انتظام کرنے کے سلسلہ میں جواز معلوم ہوا۔ بلکہ یوں کہیے کہ ان کی تعلیم کا کس قدر اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ ورنہ وہی بات کہ جب آپ نے مردوں کے سامنے بات بیان فرمادی۔ تو عورتوں کو تو بالآخر پہنچ ہی جائے گی۔ جب کہ یہ وہ دور تھا کہ مرد بھی اپنے گھروں میں جاکر دینی تذکرے کرتے تھے بلکہ اور آگے بڑھئے اور پہلی صدی کی ان عورتوں کے علمی و دینی ذوق کی داد دیجئے۔ کہ جب انہیں محسوس ہوا کہ ہمارے مردوں کو مسجدوں کی نمازوں میں شرکت کے علاوہ اور مواقع بھی استفادہ کے میسر آتے ہیں۔ تو ان عورتوں نے آکر خدمت اقدس میں شکایت کی کہ یارسول اللہ! مرد تو ہم سے آگے بڑھ گئے۔ ان کے لئے ہر وقت استفادہ کی راہیں کھلی ہیں اور ہمیں تو اپنے گھریلو کاموں سے ہی بہت کم فرصت ملتی ہے۔ کوئی دن ہمارے لئے مخصوص فرمادیں، چنانچہ ایک دن عورتوں کے لئے مخصوص فرمادیا۔ امام بخاریؒ نے اس واقعہ پر باب قائم فرمایا۔

باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ۔

کیا عورتوں کی تعلیم کے لئے مستقل کوئی دن مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اور پھر یہی واقعہ ذکر فرمایا کہ اگر امام کی طرف سے ایسی صورت اختیار کی جائے تو ان کی تعلیم کے لئے مفید ہوگی۔

فقہا لکھتے ہیں کہ جہاں اسلامی حکومت اور امام وخلیفۃ المسلمین نہ ہو وہاں یہ کام علماء امت کے ذمہ ضروری ہوگا۔ وہ نیابت رسول کریں۔ اور مردوں وعورتوں کو وعظ وارشاد تبلیغ وتذکیر کے ذریعہ تعلیم دیں۔

یہ تو گفتگو تھی کہ عمومی تعلیم کی خصوصی طور پر بھی تعلیم کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرح ملتا ہے۔ کہ اپنی باندی کو اور اپنی بیوی کو گھر والوں کو تعلیم دینے پر دگنا ثواب ملتا ہے۔

امام بخاریؒ جو بہت بڑے محدث اور بزرگ ہیں ان کی صحیح بخاری انتہائی مستند ہے، ایک باب قائم فرماتے ہیں باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ، آدمی اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دے۔

اور روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس باندی ہو۔ وہ اس کو بہتر ادب سکھائے، عمدہ تعلیم دے۔ پھر آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا، اس سے باندی کو تعلیم دینے کی فضیلت ثابت ہورہی ہے۔ جب کہ باندی صرف گھر کی خدمت پوری کرنے کے لئے رکھی جاتی ہے۔ اس کا کوئی مقام اور درجہ معاشرہ میں نہیں سمجھا جاتا۔ جب باندی کو علم سکھانے میں ثواب ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کو پڑھانے میں بدرجہ اولیٰ ثواب ملے گا۔

ان متعدد روایتوں سے اتنا ضرور معلوم ہوگیا کہ قرن اول میں عورتوں کی تعلیم کے یہ دونوں طریقے ہی معروف تھے عورت دینی مجالس ومحافل میں شریک ہوکر علم کا معتدبہ درجہ حاصل کرلیتی۔ دوسرے اپنے گھروں ہی میں رہ کر شوہر یا بھائی وغیرہ سے علم حاصل کرلیتی تھی۔

آخر آج وہ ازواج مطہرات جن کی کتب حدیث میں کثرت سے روایات منقول ہیں۔ اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کہ کثرت ثلث علم یا نصف علم ان کے پاس کہاں سے آیا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جو ان ازواج مطہرات کے بے مثال شوہر تھے) انہی سے علم حاصل کیا۔ اور پھر اسے سارے عالم میں پھیلایا، ان ازواج مطہرات سے اندرون خانہ کی تمام تر تعلیمات منقول ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو پھر آپ کی اندرونی زندگی کا حال کون بتلاتا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے۔ صحابہ کی شاورتی مجلس بیٹھتی ہے۔ اور ان میں کسی کے پاس حدیث نبوی نہیں ہوتی جس سے مسئلہ کا حل ہو، اور اختلاف رفع ہو۔ بالآخر حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور وہاں سے عمل نبوی ملتا ہے۔ پھر اسی پر فیصلہ ہوکر سارا اختلاف رفع دفع ہوجاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بیویوں سے نکاح فرمائے اس کی ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے۔ کہ بیرونی زندگی کو نقل کرنے والے ہزاروں صحابہ کرام ہیں۔ لیکن اندرونی گھریلو و نجی احوال و[..]یات کو نقل کرنے والی ازواج مطہرات ہی ہوسکتی ہیں، متعدد نکاح فرماکر جگہ جگہ علیحدہ علیحدہ پیش آنے والے واقعات کو انہی ازواج مطہرات نے نقل کیا رضی اللہ عنہن۔

الغرض قرن اول کی ان صحابیات عورتوں کا بڑا احسان ہے علم دین پھیلانے میں۔ یہ باذوق معلمات نہ ہوتیں تو آدھا دین کا ایک اہم شعبہ ناقص رہ جاتا۔

اس کے بعد تو دین کا یہ مبارک علم اتنا عام ہوا اور بڑھتا چلا گیا کہ بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت کم عمر والا بچہ ہو یا بچی ہو ہر ایک بقدر حیثیت مسائل واحکام سے واقف ہوتا اور ہر دور میں مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی ملیں گی۔ جنہوں نے باقاعدہ اپنے محارم (باپ بھائی وغیرہ) اور شوہر سے تعلیم حاصل کی یا دیگر بڑے بڑے محدثین کے حلقہ درس میں (پردہ کے پیچھے سے) شریک ہوئیں اور جب علوم کی تکمیل کرلی۔ تو پھر انہوں نے بھی پردہ کا اہتمام کرکے پڑھانا شروع کیا۔ پھر ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے حضرات شرکت کرتے اور ان سے روایت حدیث کرتے تھے

گذشتہ دور میں باقاعدہ تعلیم حاصل کئے بغیر بھی گھر کا ماحول خالص دینی تھا، گھر میں ہر وقت دینی مذاکرے رہا کرتے تھے، گھر کی بڑی بوڑھیاں چھوٹے بچوں کو لے کر بیٹھ جاتیں اور بنیادی عقائد اور انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہ کے واقعات سنایا کرتیں۔ جس سے ایمان تازہ رہتا اور گویا بچہ علم کی محبت پر نشو ونما پاتا۔

مگر جوں جوں خیر القرون سے بعد ہوتا چلا جارہا ہے۔ دینی ذوق کم اور دینی تعلیم سے دوری اور دنیوی تعلیم کی طرف رغبت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ دنیا سے اس بدذوقی کو دیکھ کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف تھانویؒ نے بہشتی زیور تالیف فرمائی۔ اس میں ترغیب وترہیب کے واقعات بھی ہیں نماز روزہ حج وغیرہ کے مسائل بھی ہیں۔ آداب واصول معاشرت بھی ہیں۔ اور طبی معالجات بھی دوائیں بھی، کھانے پکانے سینے پرونے کی بھی باتیں مذکور ہیں، غرض ایسا کوئی فن باقی نہ چھوڑا جو صرف عورتوں کے لئے ضروری ہو اور اس میں نہ آگیا ہو گویا بہشتی زیور کے گیارہ حصوں میں عورتوں کی تعلیم کا پورا کورس آگیا ہے۔ اگر اسے سمجھ کر پڑھا جائے۔ تو آدمی معلمہ تو یقیناً بن جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ عورتوں میں علم کا شوق عطا فرمائے اور ہر اچھے طریقے سے کرنے کی توفیق دے۔

الٰہ کا معنی و مفہوم

از: محمد قریشی، ایبٹ آباد

دنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گذرے ہیں ان کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات موجود ہے بلکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات اور ارض و سماء کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبر امور اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے مگر اس کے باوجود وہ اللہ کے نیچے اور اس کے ساتھ دوسری مخلوق کو بھی الٰہ مانتے تھے۔ اور ان کی عبادت بجا کرتے تھے لہٰذا وہ مشرک قرار پائے اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کر دو کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء و خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں خطاب فرمایا۔ فاعلم انه لا اله الا الله

ترجمہ: سو آپ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ایک موقع پر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علامت مجھے اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمایا کہ جس آدمی سے تیری ملاقات دراں حالیکہ وہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔ حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہو گئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی۔

یعنی اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجب نار ہو تو وہ جہنم میں داخل تک نہ ہوگا اور اگر اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کر بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان! آپ لا الٰہ کہہ دیں تاکہ میں آپ کے لئے قیامت کے دن شہادت دے سکوں مگر بدبختی کہ اس نے نہ کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور فرمایا سب سے پہلا مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہوگا۔ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنا ایمان تازہ کیا کرو صحابہ نے عرض کیا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتے سے کار بند رہنا کیونکہ اگر سات زمین اور آسمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الٰہ الا اللہ وزنی ثابت ہوگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دعا بتلایئے جس سے میں آپ کو یاد کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کہا کرو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ! یہ تو سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دعا چاہتا ہوں جو صرف میرے لئے ہو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے ترازو کے ایک پلڑے میں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الٰہ الا اللہ کا وزن زیادہ ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میدان حشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے ننانوے رجسٹر پر ہوں گے اور دوسری طرف ایک چھوٹی سی پرچی پر کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا۔ جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔ یہ وہ شخص ہوگا جس نے نزع کے قبل کلمہ توحید پڑھا ہوگا سو اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہوگی۔ اس سے وہ کلمہ گو مراد نہیں جس کو زندگی ملی مگر اس نے اللہ کے احکام کے پورا نہ کیے اور جس سے اللہ نے منع کیا اس سے وہ نہ رکا اور احکام خداوندی کی پابندی نہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر پیچھے ٹلے بچے، شہداء صلحاء اور فرشتے مجرموں کے لئے سفارش کریں گے۔ اور

ثم تشفع الانبیاء فی کل من کان یشهد ان لا اله الا الله

ترجمہ: پھر انبیاء کرام ان لوگوں کے لئے سفارش کریں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین دعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے اور بہترین وہ چیز جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں نے کہی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین پر لا الٰہ پڑھا جاتا ہوگا۔ حضرات گرامی آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ لا الٰہ الا اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ و منزلت ہے دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت حاصل کرنے میں بفضلہ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے پیغمبروں کی شفاعت خدا تعالیٰ کی خوشنودی اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ لا الٰہ الا اللہ کی برکت سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں اگر تم نے وہ قبول کر لیا تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا اور تمام عجم کا جزیہ تمہارے قدموں میں نچھاور کیا جائے گا اور وہ کلمہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ کہ کوئی الٰہ نہیں مگر اللہ۔ قریش نے سن کر کہا

اجعل الالهة الٰها واحدا الخ

ترجمہ: کیا اس نے سب الٰہوں کا ایک الٰہ کر دیا ہے شک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ جو بالیقین خدا تعالیٰ کو اپنا اور زمین و آسمان کا خالق، بلکہ مدبر الامور اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے ان کو صرف ایک الٰہ ماننے میں

نہ صرف تامل تھا بلکہ تعجب بھی تھا چونکہ وہ لوگ اہل زبان تھے وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ الٰہ کا معنی کیا ہے اور وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کرنا پڑے گا اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے وہ اس کے ھے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے لا الٰہ الا اللہ ایٹم بم سے کم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تھا کہ خدا کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو ان کی کیا حالت وکیفیت ہوتی تھی سن لیجئے: انہم کانوا اذا قیل لہم لا الٰہ الا اللہ یستکبرون (پ ۲۳، صفت ۲ع)

ترجمہ: بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو الٰہ تسلیم نہیں کرتے تھے انکار وغرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں دقت پیش آتی تھی۔

حضرت ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور اسلام سے نفرت تھی جب مؤذن کی اذان سنتے تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استہزاء کرتے تھے ایک دفعہ آنحضرتؐ نے ہمیں دیکھ لیا اور ہمارے پاس آدمی بھیجے حتیٰ کہ ہم آپ کے پاس گئے آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا چنانچہ آپؐ نے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے کہہ دیا پھر آپؐ نے فرمایا کہو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ تو میں نے وہ بھی پڑھا لیکن پست آواز سے۔ آپؐ نے فرمایا۔

ارجع فامدد من صوتک۔

یعنی دوبارہ بلند آواز سے کہو۔

چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔

چونکہ مشرکین کو لا الٰہ الا اللہ کا معنی اچھی طرح آتا تھا اور ان کو اس کا اقرار کرنا اور اس ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا بڑا ہی مشکل تھا اس لئے حضرت ابو محذورہؓ نے شہادتین کو پست آواز سے ادا کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا تاکہ مشرکین کو لا الٰہ الا اللہ سے جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے کم ہو یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا وہ الٰہ ہی سے تھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لا تتخذوا الٰہین اثنین انما ھو الٰہ واحد

(پ ۱۴، ۱۰ رکوع)

ترجمہ: تم دو الٰہ نہ بناؤ الٰہ تو صرف ایک ہی ہے!

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق یا دو رزاق نہ بناؤ بلکہ ارشاد یوں ہوتا ہے تم دو الٰہ نہ بناؤ حالانکہ وہ اپنا اور زمین وآسمان کا خالق تو صرف خدا کو مانتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

الٰہ کے معنی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ معنی ہیں

الٰہ کا معنی: مشکل کشا، حاجت روا، تکلیف سے نجات دینے اور مہربانی کرنے والا۔ کسی تکلیف، مصیبت اور حاجت میں اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا شرک ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذالکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہ تؤمنوا فالحکم للہ العلی الکبیر۔

(پ ۲۴، مومن ۲، ع)

اس آیت میں اکیلے خدا کے علاوہ کسی اور کو پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو خلیفہ اگلوں کا زمین میں کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔ (پ ۲۰، نمل ۵، ع)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بے کس کی پکار کو سننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا الٰہ کا کام ہے گویا فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا الٰہ ہوتا ہے اور اللہ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ باب اقسام الشرک کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

"شرک کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان انسانوں کی کسی بڑی ہستی میں عجیب وکرامات دیکھے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ آثار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائے جا سکتے یہ بزرگ ہستی چونکہ صفات کمال سے موصوف ہے اور اس میں یہ آثار اس لئے پائے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو الوہیت کے خلعت سے نوازا ہے یا اس بزرگ نے فنا فی اللہ کا درجہ حاصل کر لیا ہے اور اپنی ذات بالکل مٹا دی ہے اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے گویا خدا کر رہا ہے اور اس قسم کے کئی اور خرافات اس معتقد کے ذہن میں آتے ہیں..... ان شرک کی قسموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ بیمار کی شفا فقیر کی غنا وغیرہ اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے استعانت کرنے اور ان کے ناموں کی نذریں دیا کرتے تھے تاکہ ان کو اپنے مقاصد میں ان نذروں کی وجہ سے کامیابی حاصل ہو اور تحصیل برکت کے لئے ان کے نام کو پڑھتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے واجب کر دیا کہ اپنی نماز میں یہ پڑھا کریں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو اور دعا سے مراد اس جگہ عبادت نہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے بلکہ اس دعا سے استعانت مراد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ تم اسی کو پکارو گے سو وہ تمہاری تکلیف دور کرے گا۔

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لئے آنحضرتؐ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں اور مت پکار واللہ کے سوا ایسے کو نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا پھر اگر تو نے ایسا کیا تو تو بھی اس وقت ہوگا ظالموں میں۔ اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔

(پ ۱۱، یونس ۱۱، ع)

یہ بات بخوبی بلاشبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر (یعنی مردوں اور غائبوں کو) مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

بقیہ: حضرت سلیمان ؑ

روایت ہے کہ ایک شب انہوں نے خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں۔ اے سلیمان! جو تو چاہے مانگ، میں تجھے عطا کروں گا۔ آپ نے عرض کی کہ تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عطا کر جو تیرے بندوں میں عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے ایک عاقل اور نیک دل عطا کیا کہ تیرے دل کی مانند تجھ سے پہلے ایسا دل کسی کو نہیں دیا۔

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

ایک مرتبہ گھر کے اندر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے چراغ گل ہو گیا آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ کیا اس پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا جاتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہر وہ چیز جو خلاف مزاج اور تکلیف دہ ہو اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے اجر اور ثواب ملتا ہے اللہ تو خالق ہے مالک ہے، رحیم وکریم اور رؤف بالعباد ہے اس سے بڑھ کر کون بندوں پر رحم وکرم کرنے والا اور مشفق و مہربان ہوگا۔ اس کا کوئی معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ بھلا خلاف شفقت ہو سکتا ہے؟ بزرگوں نے فرمایا کہ وہ کھلوئیں تو کھائیں اور وہ ہنسائیں تو ہنسیں اور وہ رلائیں تو روئیں۔ اور بٹھائیں تو بیٹھیں، سب کچھ انہیں کی طرف سے ہوتا ہے وہ متصرف اپنی ملک کے اندر جس طرح چاہے وہ تصرف کرے اس کو اختیار ہے مومن کی زندگی ایک عجیب زندگی ہے وہ کھاتا بھی ہے سوتا بھی ہے۔ اور اہل وعیال بھی رکھتا ہے اور اس کو تکلیف اور مصیبت بھی پہنچتی ہے مگر اس کی کیفیت کو کفار اور فساق کیا پا سکتے ہیں! ان کو تو یہ باتیں سمجھ میں بھی نہیں آ سکتیں ایک فرمانبردار و اللہ کے سامنے گردن جھکا دینے والے کی زندگی ہے اس کو ہم لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں اہل اللہ کا تو یہ حال ہے ؎

دوست کی جانب سے جو پہنچے بلا
وہ بلا ہرگز نہیں وہ ہے کرم

بندے کے حق میں اس کے صبر پر جو اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے وہ کوئی معمولی چیز ہے؟ اس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں اضافہ ہوتا ہے اور آدمی اس کے ذریعے ترقی کرتا جاتا ہے، یہ تو مقام حال اور صبر کی عظیم دولت اللہ والوں کی صحبت اور ان کے ساتھ تعلق سے حاصل ہوتا ہے، مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی شخصیت مشہور ہے وہ گریجویٹ تھے لیکن ان کے قلب کے اندر بزرگوں کی صحبت کی برکت سے ایسی تبدیلی آگئی تھی جو ہم لوگوں کے لیے قابل رشک ہے۔ ان کی ایک لڑکی تھی جو مدقوق تھی جب مولانا محمد علی جوہر صاحب جیل کے اندر تھے تو گھر کے لوگوں نے مولانا کے پاس اطلاع کرائی کہ بچی کی حالت نازک ہے انہوں نے اس کے جواب میں جو خط لکھا اس میں دو شعر بھی لکھے تھے اس سے ان کی تفویض و رضا کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک۔ غدنسرائے میرٹھ کے جلسہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے اور میں بھی تھا اور بہت سے علماء جمع تھے مدرسہ کا جلسہ تھا حضرت مجھ سے قربی محبت فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے حضرت نے مجھ سے بیان کی فرمائش کی، میں نے وہاں اس واقعہ کو بھی ذکر کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس واقعہ کا مولانا پر اتنا اثر ہوا کہ مولانا رو رہے تھے اور دیگر حاضرین کے بھی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ انہوں نے جو لکھا وہ سننے کے لائق ہے اور ہم سب کو اس سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے، سنئے ؎

ہم بھی مجبور اللہ تو مجبور نہیں
آخر کو بھی شفا پائے تو کچھ دور نہیں

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بندہ کا وظیفہ یہ ہے کہ اللہ سے دعا کرے تضرع و زاری اور اپنی عاجزی پیش کرے۔ بزرگوں کا مذاق الگ الگ رہا ہے بعض بزرگان دین دعا نہیں کرتے تھے خاموش رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہتے تھے ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے مگر یہ دنیا دار الاسباب ہے یہاں سبب اختیار کیا جاتا ہے اچھا نیچ دوا کرنا سنت ہے اس کے ساتھ حق تعالیٰ سے بھی دعا کرے اسی بنا پر اکابر اولیاء اللہ کا معمول دعا کرنے کا تھا یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اگر دعا کرے اندا پنے عجز اور عبدیت کا اظہار ہوگا اور جس قدر عجز و عبدیت کا اظہار ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے قرب میں اضافہ ہوگا یہی مومن کی معراج ہے اسی کو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے ہم تو مجبور ہیں۔ لیکن اگر وہ شفا دے دیں تو ان کی رحمت سے کچھ دور اور بعید نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ؎

ہم کو تقدیر الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلہ
اہل تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہیں

یہ مقام تسلیم و رضا ہے جو مقام قرب ہے ایمان کسی کا اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ پر راضی نہ ہو، اور تیسرا شعر جو لکھا ہے اس کے اندر کیا بات فرمائی ہے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ عجیب بات کہی ہے اس کے اندر دونوں کا حق ادا کیا ہے۔ حق تعالیٰ کا بھی اور بیمار بچی کا بھی فرماتے ہیں ؎

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

یعنی تمہاری صحت اور مرض سے شفا یابی ہم کو منظور ہے لیکن ہماری مرضی اللہ کی مرضی کے تابع ہے لہٰذا اگر اس کو منظور نہیں بندہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے سامنے مجبور محض ہے۔ تو پھر مجھ کو بھی منظور نہیں۔

دیکھا آپ نے کیسی بات فرمائی یہ اہل اللہ کی صحبت کا فیض اور ان کی توجہ کا ثمرہ ہے ان کو حضرت شیخ الہند قدس سرہ جیسے اکابر اولیاء اللہ سے شرف صحبت حاصل تھا، حضرت غوث پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان والا دل چون و چرا نہیں جانتا بس اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہے، اس پر اپنا ہی ایک شعر یاد آیا ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے
بس اس کی زبان پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

بقیہ کُھلا خط

"کچھ لو اور کچھ دو" کے اصول پر گھڑا ہے۔ خواہ وہ سیاست ہو، معیشت ہو، تجارت ہو یا روزمرہ کے انفرادی معاملات ہوں۔ جہاں تک بدی کا بدلہ نیکی سے دینے کا سوال ہے تو اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ بدی کا بدلہ جب تک اصل بدلہ سے دو چند نہ لیں۔ ہمیں کسی کروٹ کل نہیں پڑتی۔ ڈھٹائی تو یہ ہے کہ اس پر بھی ہمیں مسلمان ہونے کا دعوٰی ہے۔ عشق مصطفیٰ کا دعوٰی ہے۔۔۔

تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام

از : مولانا عبدالصمد صارم

آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ تیرہ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لہٰذا ان کی جگہ آپ تخت نشین ہوئے۔ باپ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی حکومت اور نبوت دونوں نعمتوں سے نوازا تھا۔ وہ بڑے عدل پرور تھے۔ تمام جن و انس حتیٰ کہ حیوانات بھی آپ کے زیر فرمان تھے۔ ابر و باد پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ آپ کے دربار میں جن اور حیوانات کے نمائندے بھی رہتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کا تخت ہوا کے دوش پر پرواز کر رہا تھا۔ آپ اور آپ کا تمام لشکر ایک وادی میں فروکش ہوا۔ چیونٹیوں نے دیکھا تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ ورنہ بے خبری میں حضرت سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے گا۔ یہ بات حضرت سلیمان نے سُن پائی تو آپ سجدہ شکر بجا لائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ حیوانوں کی بات بھی سمجھ جاتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے یوں دعاگو ہوئے۔

"اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکوں۔ جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی ہیں۔ اور ایسے اچھے کام کروں جن سے تو خوش ہو۔ مجھے مرنے کے بعد اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔ میرے گناہوں کو معاف فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد بھی کسی کو نہ ملے:"

وہاں آپ کو اور آپ کے لشکر کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی کہیں پانی نہ ملا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہُد ہُد کو بلایا جائے۔ وہ پتہ لگائے گا کہ پانی کس زمین کے نیچے مل سکتا ہے۔ مگر ہُد ہُد موجود نہ تھا۔ آپ کو بڑا غصہ آیا فرمایا اس نے بلا اجازت غیر حاضری کی ہے لہٰذا ہم اس کو ذبح کر ڈالیں گے۔ ورنہ وہ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ بیان کرے۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہُد ہُد آ موجود ہوا۔ آپ نے فرمایا تو کہاں غیر حاضر تھا۔ اس نے عرض کی۔ میں ایک دور دراز ملک کی خبر لینے گیا تھا۔ میرا گزر ایک شہر سے ہوا جس کو لوگ سبا کہتے ہیں۔ وہاں ایک عورت حکومت کرتی ہے، جو بہت ساز و سامان والی اور عظیم الشان تخت والی ہے۔ وہ قوم سورج کی پجاری ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، اچھا ہم دیکھیں گے آیا تو نے سچ کہا یا جھوٹ پھر ایک نامہ ملکہ سبا کے نام آپ نے لکھ کر ہُد ہُد کو دیا تاکہ ملکہ سبا کو پہنچا دے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

"شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے تم ہم سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ"

ہُد ہُد نے یہ خط ملکہ سبا کو پہنچا دیا۔ بلقیس نے اپنے سرداروں کو مشورہ دینے کے لیے جمع کیا اور وہ خط پڑھ کر سنایا۔ سب نے خط کا مضمون سن کر کہا، ہم مقابلہ کریں گے۔ ہم بہادر ہیں۔ ہمارے پاس ہر قسم کا ساز و سامان ہے۔ ملکہ نے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ جب بادشاہ کسی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں تو وہ ملک کو برباد کر دیتے ہیں اور عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کریں گے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ ہم کچھ تحفے ان کی خدمت میں ارسال کریں۔ اگر وہ قبول کر لیتے ہیں تو ان سے لڑنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ وہ بھی ایک دنیاوی بادشاہ ہوں گے۔ اور اگر قبول نہیں کرتے تو وہ یقیناً اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، ان سے مقابلہ کرنا ٹھیک نہیں۔

بلقیس نے اسی خیال کے تحت آپ کو کچھ تحائف بھیجے۔ جب بلقیس کا ایلچی دربار سلیمانی میں حاضر ہوا، تو انہوں نے ایلچی سے فرمایا۔۔۔ یہ تم واپس لے جاؤ ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔ میں عنقریب ایک بڑا لشکر تمہارے ملک کی طرف بھیجوں گا جو تم کو وہاں سے نکال دے گا۔ میں تو تم کو صرف مسلمان کرنا چاہتا ہوں۔

جب ایلچی یہ پیغام بلقیس کے پاس لے گیا تو وہ آپ پر ایمان لے آئی۔ اس نے قوم کو جمع کیا اور قوم کو اسلام لانے کا مشورہ دیا قوم نے اس بات کو قبول کیا تو وہ دربار سلیمانی میں حاضری کی تیاریاں کرنے لگے۔ آپ کو بلقیس کے ارادے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو بلقیس کے تخت کو اٹھا لائے۔ ایک جن نے کہا میں لا سکتا ہوں۔ قبل اس کے کہ آپ یہاں سے اٹھیں۔ ایک دوسرا جن بولا میں پلک جھپکنے میں لا سکتا ہوں چنانچہ وہ لے آیا۔ حضرت سلیمان نے جب بلقیس کو اپنے برابر بیٹھے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

بلقیس کے تخت کو ذرا بدل کر بچھا دیا گیا اور حضرت سلیمان نے اس سے پوچھا کیا تیرا تخت اسی طرح کا ہے۔ بلقیس نے کہا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا تاکہ سلیمان علیہ السلام یہ اندازہ لگا سکیں کہ یہ عورت ہدایت پا سکتی ہے۔ یا نہیں!

چنانچہ حضرت سلیمان اس کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو محل سرا میں لے جاؤ۔ محل سرا تک پہنچنے کے لیے ایک آئینہ کا فرش تھا جس کے نیچے پانی بہتا تھا۔ بلقیس نے پانی جو دیکھا تو پائینچے اوپر چڑھا لیے۔ آپ نے فرمایا، یہ پانی نہیں ہے۔ یہ حیران کن معجزے دیکھ کر بلقیس ایمان لے آئی اور صدق دل سے آپ کی معتقد ہو گئی۔ اس نے سورج کی پوجا سے توبہ کی اور ایک اللہ کو ماننے لگی۔ کہنے لگی ہم لوگ بڑی تاریکی میں تھے کہ سورج کی پوجا کرتے تھے اور میری قوم میرے اتباع میں گمراہ رہی۔ میں

ARFI JEWELLERS
عارفی جیولرز
FOR CREATION OF ATTRACTIVE
JEWELLERY
ممتاز زیورات ۔ منفرد ڈیزائن
A Perfect Setting for a perfect Woman
Where trust is a Tradition.
ARFI JEWELLERS
34-MUHAMMADI SHOPING CENTRE
BLOCK-G-HAIDRY NORTH NAZIMABAD KARACHI PAKISTAN

نے اپنے اور اپنی قوم کے اوپر بڑا ظلم کیا ہے۔ آج سے میں سلیمان کے ساتھ تمام جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئی۔ اس کے حسن اعتقاد کو دیکھ کر حضرت سلیمان نے اس سے شادی کر لی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے باخدا انسان تھے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی خدمت میں اصیل گھوڑے پیش کیے گئے۔ وہ آپ کو بہت پسند آئے ان کی دیکھ بھال میں نماز قضا ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ ہوا فرمانے لگے کہ میں دنیوی چیزوں کی وجہ سے اللہ سے غافل ہو گیا۔ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ اور سب کو ذبح کر کے ان کا گوشت خیرات کر دو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد ڈالی تھی۔ آپ نے اس کی تکمیل کی اور جنوں کو اس کی تعمیر پر لگایا۔ کہتے ہیں سبز اور زرد پتھروں سے اس کی تعمیر کی گئی۔ اور ہر قسم کے جواہرات اس میں جڑے گئے۔ ان جواہرات کی چمک کی وجہ سے بیت المقدس اندھیری رات میں بھی نہایت روشن رہتا تھا۔

آپ نے اپنے لیے بیت المقدس میں ایک حجرہ تعمیر کرایا تھا جو تمام تر شیشے کا تھا۔ وہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک دن لاٹھی کی ٹیک لگائے عبادت کر رہے تھے کہ روح پرواز کر گئی۔

کہتے ہیں کہ جب عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ملاقات کے لیے آئے ہو یا میری جان لینے۔ انہوں نے کہا روح قبض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے پانی پینے کی مہلت دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں دیر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کھڑے کھڑے انتقال کر گئے اور جن وانس کو پتہ ہی نہ چلا کہ آپ دم دے چکے ہیں۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ آپ عبادت کر رہے ہیں۔ اس طرح تمام جن وانس حاضر دربار رہے اور جو خدمت ان کے سپرد تھی انجام دیتے رہے۔

عرصہ کے بعد آپ کی عصا کو کیڑے نے کھا لیا اور آپ گر پڑے تب لوگوں کو پتہ چلا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ جنات کہنے لگے اگر ہمیں علم غیب ہوتا تو کیوں اتنے دن تک خدمت میں لگے رہتے بعد ازاں وہ سب حکومت اور شان و شوکت خاک میں مل گئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے سترہ فرزند تھے۔ لیکن ان کے جانشین آپ ہی بنے کیونکہ آپ سب سے زیادہ خدا ترس تھے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔

باقی صفحہ پر

تاریخ اسلام سے

کفار مکہ کی سودے بازی کی کوشش اور ناکامی

تحریر: عبدالغفور صاحب

جب قریش مکہ مسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافے پر بہت زیادہ پریشان ہونے لگے تو ایک روز عتبہ بن ربیعہ نے سرداران قریش سے کہا کہ کیوں ... نہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر چند تجاویز ایسی پیش کروں کہ جن کے مان لینے کی صورت میں موجودہ تصادم کی فضا ختم ہو جائے سب حاضرین نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ عتبہ حرم پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھا اور کہا، بھتیجے تم اپنی قوم پر ایک بڑی مصیبت لے آئے ہو۔ تفرقہ ڈال دیا ہے۔ قوم کے دین اور اس کے معبودوں کی برائی کرتے ہو گویا ہم سب کے باپ دادا کافر تھے۔ بھتیجے میرے پاس چند تجاویز ہیں۔ ان پر غور کرو شاید ان میں سے تم کسی کو قبول کر لو۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوالولید آپ کہیں میں سنوں گا"۔ اس نے کہا بھتیجے، یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اگر اس سے تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم اس کا انتظام کیے دیتے ہیں۔ اگر بڑائی مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں، بادشاہت درکار ہے تو بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں اگر جن آتا ہے تو اپنے خرچ پر علاج کرا دیتے ہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ کی یہ باتیں خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: "ابوالولید آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے"؟ اس نے کہا "ہاں"۔

آپ نے فرمایا اچھا: اب میری سنو، پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۃ حم السجدہ کی تلاوت شروع کی۔ آیت سجدہ (آیت ۳۸) پر پہنچ کر آپ نے سجدہ کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا "اے ابوالولید میرا جواب آپ نے سن لیا اب آپ جانیں اور آپ کا کام"۔

عتبہ کی متذکرہ صدر تجاویز پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ساری باتوں کے پیچھے یہ مفروضہ کام کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور قرآن کے وحی ہونے کا تو بہرحال کوئی امکان نہیں۔ لہٰذا آپ کی اس دعوت کا محرک یا تو مال و دولت اور حکومت .... یا اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ چنانچہ اس مفروضے کی بنا پر وہ آپ سے سودے بازی کرنا چاہتا تھا جن حالات میں پیشکش کی جا رہی تھی وہ حالات یہ تھے کہ ہر اس شخص کی جان سخت عذاب میں آ جاتی تھی جس کے متعلق یہ پتہ چل جاتا تھا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ دشمنوں کی طاقت، گروہ بندی، سازشوں اور طوفان بدتمیزی کے سامنے مسلمان اپنے آپ کو بالکل بے بس اور بے یار و مددگار محسوس کر رہے تھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس وقت جو سوال سخت پریشان کن تھا۔ وہ یہ تھا کہ جب دعوت اسلام کی راہ میں ایسے ایسے کوہ گراں حائل ہیں تو پتھروں سے تبلیغ کا راستہ کیونکر نکالا جائے لیکن سورہ حم السجدہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو راستہ نکالنے کا طریقہ یہ بتایا کہ اخلاق حسنہ کا ہتھیار ہے جو ان سنگلاخ چٹانوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گا۔ صبر کیساتھ اسی ہتھیار سے کام لیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو اتنا روشن دل کش اور حسین ہے کہ مسلمانوں کے لیے اس کی تقلید کے بغیر نہ چارہ ہے نہ نجات۔ البتہ متذکرہ واقعہ سے جو اہم نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک تو دین کے معاملے میں سودے بازی کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس میں کچھ لو اور کچھ دو کی بجائے دو ٹوک الفاظ میں "لکم دینکم ولی دین" کہنا پڑتا ہے۔

"جب معاملہ حد سے گزر جائے اور کفر جارحیت پر اتر آئے تو پھر تلوار اٹھانے کا حکم ہے"۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کے اس گئے گزرے دور میں کیا ہم نے سیرت طیبہ کے ان روشن پہلوؤں کی ادنیٰ سی جھلک بھی اپنے کردار میں سمونے کی کوشش کی ہے؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جہاں تک سودے بازی کا تعلق ہے ہمارا معاشرتی ڈھانچہ ہی سراسر

باقی صفحہ پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

تحریر:۔ محمد رضوان لکھنؤ

کسی بھی بڑی شخصیت کی بڑائی اس بات سے جانی پہچانی جاتی ہے کہ اس کی دعوت و تحریک کے قبول کرنے والوں نے کس حد تک اس کی تعلیمات کو قبول کیا۔ اور اس کی ہدایات کو کس حد تک نمونۂ عمل بنایا۔ دعوت و تحریک کتنی ہی عمدہ کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے متبعین اس سے متاثر نہیں اور ان کی زندگی کے نقوش اگر ان تعلیمات کے رنگ و بو سے خالی ہیں تو دعوت کو کامیاب نہیں کہا جائے گا۔ اس کسوٹی پر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات اور روشن ہدایات پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے نتائج کو دیکھتے ہیں تو بغیر کسی مبالغے کے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آپ کی دعوت اور تبلیغی جدوجہد سو فیصدی سے بھی زیادہ کامیاب اور نتیجہ خیز رہی۔ آپ کی شبانہ روز تبلیغی کوششوں کے نتیجے میں جو معاشرہ وجود میں آیا، جو پاکیزہ ماحول دنیا نے دیکھا اس کی کوئی مثال تاریخ کی وسعتوں میں دور دور تک نہیں ملتی۔ جو لوگ تہذیب اور انسانیت کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ وہ تمام کے تمام اخلاقی محاسن اور اخلاقی فضائل کے عنوان جلی بن گئے۔ انہوں نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے اور سیرت کے وہ نمونے پیش کئے کہ آج تک ان کی روشنی مسافران حق کے لئے راہنمائی کا کام کر رہی ہے۔ اس مختصری تمہید کے بعد ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجستہ جستہ واقعات پیش کریں گے۔ جن کی تابش ایمانی تاریخ کے اوراق جگمگا رہی ہے۔

ایثار و ہمدردی، صبر و استقلال، اطاعت و اتفاق، جانبازی و جذبۂ شہادت، خلق و مروت یہ سب وہ محاسن اوصاف ہیں جن کو صحابہ کرامؓ نے حقیقت کے معنی پہنائے اور جن کی ہمدردی و مصدر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات تھی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان تہی دست تھے۔ اور اہم معرکہ درپیش آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر چندہ کی اپیل فرمائی تاکہ جو لوگ جہاد میں شرکت کی استطاعت رکھتے ہیں وہ بھی شریک ہو سکیں۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جو کردار پیش کیا وہ انہیں کا حق تھا۔ آپ نے گھر کا سارا اثاثہ خدمت نبویؐ میں پیش کیا۔ اور جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول بقول کافی ہے۔ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے پاس ایک عمدہ باغ تھا جس میں میٹھے پانی کا ایک کنواں بھی تھا جس کی بنا پر اس کی سرسبزی اور شادابی قابل رشک تھی۔ اور اس کی قدر و قیمت بھی بہت زیادہ تھی۔ کلام پاک جب یہ آیت نازل ہوئی:۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون

تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی محبوب چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا پسندیدہ باغ راہ خدا میں صرف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو رفاقت سفر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حصہ میں آئی۔ آپ نے سفر کے لئے دو اونٹنیاں رہبر کے علاوہ سفر میں اس کا اہتمام کیا۔ اور سفر میں روانہ ہوتے وقت اپنی ساری پونجی ساتھ لے لی تاکہ اثنائے سفر میں کام آ سکے۔ گھر میں اخراجات کے لئے رضائے رب کی دولت کے علاوہ کچھ نہ رہا۔ حضرت صدیقؓ کے سفر میں چلے جانے کے بعد جب حضرت ابوقحافہ حضرت صدیقؓ کے گھر میں آئے۔ اور پوتیوں سے پوچھا کہ صدیقؓ تمہارے لئے کیا چھوڑ گیا ہے۔ تو انہوں نے ایک تھیلی میں کچھ ٹھیکریاں بھر کر کہا ابا جان اس تھیلی میں ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔ ابوقحافہ کو یہ سن کر اطمینان ہوا۔ حالانکہ گھر والوں کو اطمینان صرف خدا کی ذات پر تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک ہزار اونٹ غلے سے بھرے ہوئے ملک شام سے منگوائے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ میں غلے کی کمی کی وجہ سے لوگوں کو بہت پریشانی کا سامنا تھا۔ غلہ آیا تو مدینہ کے تاجر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور مناسب نفع پر غلہ کو خریدنا چاہا تو حضرت عثمانؓ نے یہ فرماتے ہوئے کہا مجھے اس کا دس گنا نفع مل رہا ہے۔ تمام غلہ فقرائے مدینہ میں خیرات کر دیا۔ اسی روز حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ آپ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہیں اور تشریف لے جا رہے ہیں مجھے آپ کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ راہ خدا میں خیرات کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے۔ اور بدلہ میں جنت میں ان کا نکاح کر دیا ہے۔ بس نکاح میں شرکت کے لئے میں جا رہا ہوں۔ جب مسلمان مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد فروکش ہوئے تو وہاں انہیں پانی کی بڑی پریشانی رہی۔

مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا جو مسلمانوں کو پانی پینے سے روکتا تھا حضرت عثمانؓ نے اس کو خرید لیا اور تمام لوگوں کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت ابوجہمؓ ایک صحابی فرماتے تھے کہ یرموک کی لڑائی کے موقع پر میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مل جائیں۔ تو حسب موقع ان کی امداد کی جا سکے۔ دوران تلاش میں وہ ایک جگہ ملے تو جان کنی کا عالم تھا۔ پیاس لگ رہی تھی۔ حضرت ابوجہمؓ نے اس مقصد سے پانی لئے ہوئے گیا اور جب ان کے پاس پہنچے تو ان کے برابر میں سے ایک اور نے پانی مانگنے کا اشارہ کیا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ایک اور نے پانی مانگنے کا اظہار کیا۔ اتنی دیر میں ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ دوسرے کے پاس پہنچے تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ اسی طرح جب وہ تیسرے کے پاس پہنچے تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ اس طرح یہ تینوں حضرات شہید ہو گئے مگر پینے کی

پانی پیا گزارہ نہ کیا۔ یہ تھا ایثار کا مظاہرہ۔ ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک کی وجہ سے کھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے اپنے گھر میں معلوم کروایا لیکن وہاں کچھ موجود نہ تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، کوئی شخص ان کی مہمانی کر سکتا ہے۔ ایک انصاری صحابیؓ نے قبول کر لیا۔ اور ان کو اپنے ساتھ لائے اور اپنی زوجہ سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ان کا اکرام میں کوتاہی نہ کرنا گھر میں تھوڑا سا کھانا تھا۔ صحابیؓ کی اہلیہ نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا کھلاتے وقت چراغ گل کر دینا۔ تاکہ مہمان کو پتہ نہ چل پائے۔ غرض تمام گھر والوں کو فاقہ کرنا پڑا [illegible] میں آیت نازل ہوئی۔ یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ

یہ چند مختصر اور اسلامی تاریخ کے مشہور واقعات ان سے اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور شان تربیت سے جو معاشرہ وجود میں آیا۔ اللہ کے نیک بندوں کی جو جماعت تیار ہوئی وہ یہ تھی۔ ہم عرض کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و عظمت کے اعتراف کے لئے آپ [illegible] اللہ تعالیٰ کا [illegible] برگزیدہ پیغمبر [illegible] کے لئے [illegible] سیرت کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر لکھنے والے ہمیشہ لکھتے رہیں گے۔ مگر موضوع پھر بھی تشنۂ تکمیل ہی رہے گا۔ حق تعالیٰ ہمیں اور آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جنت کے حقدار

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے جو اپنی نمازیں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں، وہی زیادتی کرنے والے ہیں، اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں، اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں، یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(مومنون۔ ۱ تا ۱۱)

حیادار پیکر اور مغربی تقلید

جناب محمد شریف نکودری، امریکہ

پچھلے مہینے میں کسی اینفا الیوب کا یہ بیان پڑھ کر آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ "عورت کو بھی چار چار شادیوں کی اجازت ملنی چاہیئے"۔

یہ زمانہ جدید کی کسی آزاد خیال عورت کی آواز ہے اور یہ کیسی آوارہ آزادی کی خواہاں ہے۔ اس آواز کے پیچھے اس کے کئی ہم نوا بھی ہوں گے۔ کیونکہ آزادی کے غلط مفہوم نے کچھ ہوا ہی ایسی چلا دی ہے جو ہر کس و ناکس کو مغربی تقلید کی طرف اڑائے لیے جا رہی ہے آزادی یہ نہیں ہے کہ انسان اخلاقی، سماجی، معاشی اور مذہبی قیود کو بالائے طاق رکھ کر جو چاہیں کریں بلکہ یہ تو ایک حیوانیت ہے۔

آئے دن رسالوں اور اخبارات میں ممالک غیر اور پاکستان میں آزادیٔ نسواں کے شرمناک واقعات چھپ کر اور تصاویر دیکھ کر ایک سچا مسلمان کلیجہ مسوس کر رہ جاتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی غیور نسوانیت کو سر عام بے حیائی اور بے پردگی پر آمادہ کرنے والا کون سا عنصر ہے۔ جن کی پاکدامنی کی فرشتے قسم کھاتے تھے آج وہ بازاروں میں مغربی تہذیب کی تقلید کر کے اور دلدادہ بن کر گویا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہی ہیں۔ وہ مغربی تہذیب جس کے متعلق علامہ اقبالؒ کی دور رس نگاہوں نے عرصہ پہلے بھانپ لیا تھا کہ ؎

تہذیب مغرب خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔

آج واقعی ایسے حالات سے دوچار ہے جو نہایت ناگفتہ بہ ہیں جنہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نسوانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی ہے۔ مگر مشرقی عورت مغربی تہذیب کی فوری تقلید کرتی ہے۔ نہ صرف تقلید بلکہ اس سے بھی دو چار قدم آگے ہے اس لئے میں مغربی تہذیب کی چند جھلکیاں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

مغربی دنیا کے اس ہجوم میں انسانیت کا قحط ہے اولاد جوان ہو جائے ماں باپ کو ان کی شادی کی پرواہ نہیں وہ اپنا آشیانہ الگ بنا لیتے ہیں اور شادی کے مقدس رشتے میں منسلک ہونے سے پہلے ہی سینکڑوں شادیوں کی رنگ رلیاں منا چکے ہیں۔ اور یہ طوفت در طوفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ماں باپ اولاد کے بچھڑنے سے لاتعلق اور جوان اولاد کو ماں باپ کی خبر نہیں حتیٰ کہ اور یہ بچھڑے بچھڑے چہرے ایک دوسرے کو پہچانتے رہتے ہیں اور جنسی ہوس کا نشانہ بنتے اور بناتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اکثر مذہبی رہنما بھی در پردہ وہ گل کھلاتے ہیں کہ انسانیت شرم سے منہ ڈھانپ لے۔ ایسے واقعات آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ایک ہفت روزہ رسالے میں ایک حقیقی بہن بھائی کی شادی کا مضمون اور تصاویر بھی شائع ہوئیں ان کا ایک بچہ بھی تھا۔ یہ کیسی اخلاق سوز آزادی ہے کہ مقدس رشتوں کا احساس نہیں۔ اسے تو حیوانیت کہنا چاہیئے۔ اسی طرح ایک لڑکا بچپن میں اپنی ماں سے بچھڑ گیا۔ وہ دونوں زندگی کی الگ الگ شاہراہوں پر چلتے چلتے ایک دن سر راہ ایک دوسرے سے متعارف ہوگئے۔ بالکل اجنبی تو ماں بیٹے پر فریفتہ ہوگئی۔ بیٹا بھی ماں پر ریجھ گیا جوانی کے خمار نے انہیں شادی کے بندھن میں باندھ دیا۔ پانچ سال بعد ماں کو معلوم ہوگیا کہنے لگی "ارے یہ کیا غضب ہوگیا یہ تو میرا بیٹا ہے"۔ پھر بھی جان بوجھ کر چپ سادھ لی۔ جب بیٹے کو معلوم ہوا تو وہ غصہ سے آگ بگولا ہوگیا اور اپنی ماں کو پولیس کے حوالے کر دیا خود نفسیاتی اور دماغی امراض کا شکار ہوگیا۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ جنسی ہوس کے دلفریب پردوں میں حقیقی اور ازلی رشتے بھی اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اسی طرح باپ بیٹی، ماں بیٹا، بہن بھائی کے ناجائز تعلقات کی خبریں عموماً اس معاشرہ میں سننے میں آتی رہتی ہیں۔ یہ سب بے جا آزادی اور بے راہ روی کا نتیجہ ہے مگر یہ تہذیب عالمی معاشرہ میں جھوٹی آزادی کی علمبردار ہے۔

اسلام نے ماں باپ بھائی بہن خاوند بیوی کے مقدس رشتوں

یہ امتیاز اور احترام سکھاتا ہے، ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے اُف تک نہ کہو جیسے اعلیٰ ذوق کی قدریں سکھاتا ہے مگر یہاں پر کسی کو علم نہیں کہ اس کے ماں باپ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں جب کبھی ضرورت پڑے یا کرسمس کا موسم ہو تو ڈھونڈنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ فلاں ELDERLY HOME میں زندگی کے دن گن رہے تھے اور کبھی کے اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ مگر اولاد کو کوئی خبر نہیں نہ زندگی میں والدین کی خدمت کی اور نہ ہی ان کے آخری سفر کے وقت قرب نصیب ہوا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ میرے ایک دوست نے سنایا کہ پاکستان کے ایک دور افتادہ علاقے کا ایک ضعیف العمر آدمی ہمارے قریبی شہر میں اپنی امریکن بیوی کے ساتھ مقیم تھا۔ وقت آنے پر وہ اس دنیا سے چل بسا تو اس کی بیوی نے سوٹ بوٹ پہنا کر دفن کرا دیا۔ نہ کفن نہ دفن کا انتظام نہ نماز جنازہ و دعائے مغفرت، بلکہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی۔ دو ڈھائی ماہ بعد اس کے کسی عزیز نے اس کی تلاش شروع کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو منوں مٹی کے بوجھ تلے اللہ کے حضور پہنچ چکا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت پچھتائے مگر

اب کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اللہ تعالیٰ ایسی جاہلانہ آزادی اور دہشت سے بچائے رکھے جو انسان کو انسان سے جدا کرتی ہے جو خود غرضی، خود پرستی پیدا کرتی ہے اور جو مقدس رشتوں کو رسوا کرتی ہے۔

مغربی تہذیب میں حقیقی آزادی مفقود ہے۔ جیسے پورٹ گلتی ہے وہ ضرور جیتتا ہے لیکن نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے یہاں تو آدمی کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے آپ اس سازِ بے آواز کو ذرا چھیڑ کے تو دیکھو اس میں سے پُر شور آواز نکلے گی ہر دکھی دل زخم خوردہ ہے۔ اور یہ سب غلط آزادی کی مرہونِ منت ہے۔ اسلام ایسی آزادی کا قائل نہیں جو اخلاقی حدود کو پھلانگ کر گمراہی کے گڑھے میں گرا دے۔ کسی قوم کی ترقی اور عزت کا سبب بے راہ روی اور دولت کا حصول نہیں بلکہ اس کا درخشاں مستقبل اس کے جسمانی، ذہنی، نفسیاتی اور روحانی صحت کے حامل تندرست و ہونہار بچوں کی تعلیم و تربیت میں مضمر ہے اور یہ کام قوم کی ماؤں بہنوں کے ہاتھ میں ہے اگر عورت چاہتی ہے کہ وہ اچھی ماں، بیٹی اور بہن بنے تو اسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی کی تقلید کرنی چاہیے۔ علامہ اقبالؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ماں کی آغوشِ رحمت میں بیٹوں نے پرورش پائی ہے جنہوں نے گمراہ قوموں کو صراطِ مستقیم پر چلایا۔ [illegible] ماں کا اثاثہ ہی آنے والی نسلوں کے کردار کی تشکیل کر سکتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا تھا ۔

اے بہنو! بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں قوموں کی عزت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں ایماں سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا انساں عبارت تم سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آدابِ معاشرت کے جامع اصول پیش کیے ہیں جو بیمار اور نحیف انسانیت کو از سرِ نو تندرست و توانا کرنے کے ضامن ہیں اور ان اخلاقِ حسنہ کے اصولوں کی پابندی ہی حقیقی آزادی ہے۔ ایسی آزادی سب کو سکھ کا سانس دلاتی ہے اور ہر کوئی چین سے خوشحال زندگی بسر کر سکتا ہے۔ قرآن کریم تو اخلاقِ حسنہ کے اصولوں کا بیش قیمت خزانہ ہے اور اس کا عملی نمونہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ ذیل میں قرآن مجید کی صرف دو آیات پیش کرتا ہوں جو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہیں اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ کی نسوانیت کی فلاح و بہبود کے لیے فرماتا ہے:

وقرن فی ــ تا ــ ورسولہ

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۳

ترجمہ: "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کرکے نمائش نہ کیا کرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو"

یا ایھا النبی ــ تا غفوراً رحیما ۝

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۹

ترجمہ: اے پیغمبرؐ! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجیے کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں اپنی تھوڑی سی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی اور آزار نہ دیا جایا کریں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اگر کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپا لیا کریں۔ تاکہ کوئی ایذا نہ پہنچائے اور پہچانی جا سکو کہ مسلمان عورت ہے۔

کس قدر معنی خیز اور عظیم اصول ہیں جن کی روشنی میں عورت کی عزت اور احترام کو محفوظ رکھا گیا ہے یہی عزت اور احترام ہی حقیقی آزادی ہے چنانچہ مغربی تہذیب کی بجائے ہمیں ان قرآنی ضابطۂ اخلاق کے زریں اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ جن پر عمل کر کے ملتِ اسلامیہ کی ان عظیم ماؤں نے خالد بن ولید، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، سلطان صلاح الدین ایوبی، اور سلطان محمود غزنوی جیسے عظیم ناموروں کو جنم دیا اور تربیت کی، جنہوں نے تاریخ کے دھارے کو بدل دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین، اور ایسے سیدھے راستے پر چلائے جس پر چلنے سے بارانِ رحمت نصیب ہوتی ہے اور فلاحِ دارین کا باعث ہوتا ہے اور اس راستے سے بچائے جو گمراہی کے گڑھے کی طرف لے جاتا ہے اور رضائے الٰہی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝

بقیہ مطالعات وتعلیمات

بلکہ جو دنیا کی سیاست سے بھی واقف تھے۔ اور منکرینِ حدیث جیسے طبقہ کے دجل و فریب سے بھی آگاہ تھے۔ آپ بھی اس پر مسائل کا استنباط نہ کرتے بلکہ کھلے عام اس کا انکار کرتے جیسا کہ [illegible] کی منگھڑت احادیث کے ساتھ کیا ہے اس انکارِ حدیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنا اسلام کے نام سے احادیث و محدثین کی عظمت و وقعت گرا دی جائے مسائل و احکام میں من مانی کی اجازت دی جائے اور تفسیر قرآن میں ہر کسی کو آزاد کر دیا جائے۔ اگر نہیں تو بتلائیے خبرِ واحد کی خبر پر ایمان و تصدیق اور احادیث کی تکذیب کیوں؟۔

ہماری اس قسم کے تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مبارک زندگی اور احادیث پر ہرگز تضحیک و تنقید، تمسخر و استہزاء کا نشانہ بنانے سے گریز کریں۔ شیشے کے گھروں میں بیٹھ کر پتھر پھینکنے والوں کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ان کا گھر بھی شیشے کا ہے جو ایک ہی اینٹ سے چور چور ہو سکتا ہے۔ بہت ہو گیا ہے۔ اب بس کیجیے!۔

مطالعات و تعلیقات پرویزاں ایں عصر

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

روزنامہ جنگ لندن ۲۰ نومبر کی اشاعت میں برمنگھم کے ایم اے جاوید کا مراسلہ شائع ہوا۔ اور جنگ لندن باقاعدہ مراسلات کو مکمل جگہ دیتا ہے۔ یوں بھی موصوف کے اکثر مراسلات کا موضوع احادیث پاک کی مخالفت اور تہذیب جدید کی بھرپور حمایت کرنا ہوتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر ایک خاص اصطلاحات بھی مذہب، ملائیت، مذہبی پیشوائیت، دور ملوکیت کی احادیث وضعی روایات، وغیرہ وغیرہ ان مراسلات کی جان ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی مراسلہ ہو جو ان اصطلاحات سے خالی ہو۔ صاحب مراسلہ اپنے مراسلہ میں یہ تاثر دینے کی تو بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ وہ ایک دانشور اور مسلم قوم کے بڑے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ ہر مسلم قوم کی گرتی ساکھ کو بچانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اور بام عروج تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ لیکن ذرا سے غور و تدبر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صاحب مراسلہ کی ان تحریرات کا مقصد احادیث پاک کی تضحیک اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی تذلیل و تنقید کرتے ہوئے ایک عجمی دین مرتب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص غلام پرویز جیسے منکر قرآن کا خوشہ چیں ہو اور اسے دنیا کے سب سے بڑے مفکر تسلیم کر کے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس سے ان باتوں کے سوا اور امید بھی کس چیز کی کی جا سکتی ہے بقول اقبال ؎

مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

صاحب مراسلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی اتباع کرنے والوں کو اندھی تقلید کرنے والا بتلانا اور اس اتباع سنت کو خوش فہمی و خود فریبی قرار دے کر تمسخر کرنا بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ صاحب مراسلہ کے نزدیک سنت نام کی کوئی چیز ہی نہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور اسوۂ حسنہ مبارکہ اس لائق و قابل ہے کہ اسے قبول کیا جا سکے۔ صاحب مراسلہ "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" کے مصداق ذرا کھل کر آنے کی زحمت گوارا فرمائیں کیا انہیں اس بات کا خوف ہے کہ اگر وہ کھل کر سامنے آ گئے تو اس سارے ڈرامے کا سین ڈراپ ہو جائے گا۔ اور صاحب مراسلہ کی حقیقت بیچ چوراہے پھوٹ جائے گی۔ اگر جرأت ہے تو ذرا کھلیں کہ ہم احادیث و سنت کے حجیت کے قائل نہیں نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو دین کا حصہ سمجھتے ہیں صرف اور صرف پر عمل کریں گے تو پھر ہم بتلائیں گے کہ ان کے نزدیک قرآن و حدیث کیا ہے۔ منکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ ملا یا ملائیت سے نہیں۔ بلکہ دور اسلام سو دور قرآن، من و یزداں، تذکرہ اسلیم کے نام جیسی کتابوں کے مؤلف کے الفاظ دہرتے ہوں گے جو چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اس جیسے منکروں نے کن کن اسلام اور کن کن اسلام کے پرچار کا عزم کیا ہوا ہے اور طلوع اسلام کے خوبصورت عنوان کے ذریعہ غروب اسلام کے سلسلے میں کیا کیا کردار ادا کیا ہے۔

صاحب مراسلہ کے نزدیک قرآن کو ہر زمانہ کے حالات کے مطابق قرآنی حکومت کے نمائندگی یا پرویزاں ایں عصر کی زبان میں مرکز ملت تغیر و تبدل کر سکتے ہیں۔ اور یہی اس زمانہ کی شریعت ہو گی۔ خدارا یہ تو بتائیں کہ مرکز ملت کون ہوں گے؟ وہ حسب زمانہ و حالات قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے کوئی فیصلہ نافذ کر دیں تو ان کی یہ خود ساختہ جزئیات اور متعین کردہ قوانین یقینی ہوں گے یا ظنی؟ اگر یقینی ہوں گے تو یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ قرآن میں اس کا حکم واضح ہے کہ نہیں؟ کیونکہ یہ دین قطعی و یقینی ہونا چاہئے نہ کہ ظنی و قیاسی اگر مرکز ملت کی متعین کردہ جزئیات دین بن سکتی ہیں یا کسی مجمل آیت کی تفسیر اور قانون کی کلی تشریح ہو سکتی ہے تو احادیث صحیحہ آخر دین کیوں نہیں؟ آخر وجہ فرق تو واضح ہونا چاہئے۔

نمونہ کے طور پر زکواۃ کی مثال ہے پرویزاں ایں عصر کے یہ نمائندگان یا ان کے مرکز ملت یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ زکواۃ کتنے پر کتنی دینی چاہئے اس کا تعین چونکہ قرآن نے نہیں کیا۔ اس لئے مرکز ملت مالدار سے دس فیصد کا وصول کرنے کا حکم دیتا ہے اب سوال یہ ہے کہ دس فیصد کی یہ تعیین دین کے اعتبار سے قابل اعتبار سمجھی جائے گی یا نہیں۔

یہ ضروری اور فرض ہے یا قرآنی حکومت کے نمائندے اس بات کو بطور قانون منوائیں تو پھر سوال یہ ہے کہ مرکز ملت پر قرآن کی طرح وحی آتی ہے؟ جس نے یہ تعیین کی؟ اور اگر قرآن کی طرح نہیں تو پھر یہ یقینی کیسے؟ اور غیر یقینی چیز پرویزاں ایں عصر کی زبان میں بھی دین نہیں بن سکتی۔ پھر یہ سوال بھی اپنی جگہ رہے گا کہ اگر کسی جگہ اسلامی حکومت بہت مالدار ہو تو وہاں زکواۃ کا کیا نصاب ہو گا؟ کہاں خرچ ہو گا؟ اور جہاں اسلامی حکومت ہی نہیں جیسے یہ ملک تو یہاں زکواۃ کی فرضیت باقی رہے گی یا نہیں؟ کیونکہ پرویزاں ایں عصر کے مطابق اسلامی حکومت نہ ہو تو زکواۃ کی فرضیت باقی نہیں رہتی۔ اب یہ سارے کام پرویزاں ایں عصر کے نمائندے ہی تو فرمائیں گے۔

دوسری مثال نماز کی ہے۔ پرویزاں ایں عصر یہ کہتے رہتے ہیں کہ زکواۃ کی شرح ڈھائی فیصد جیسے قرآن سے ثابت نہیں لہذا قرآن اور حدیث سے استدلال ہی غلط ہے۔ کیونکہ اگر ڈھائی فیصد دینی ہوتا تو پھر قرآن میں اس کا ذکر کر دیا جاتا۔ تو ہم بصد ادب یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ نماز کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن کتنی رکعت ہونا چاہئے۔ نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی رکعات کی تعیین بھی تو قرآن نے نہیں کی ہے

یہ تعیین تو احادیث پاک میں ہے تو پرویزیان ایں عصر اس کا کوئی واضح جواب دیں کہ مرکز ملت اپنی خود ساختہ تعیین سے جو بھی فیصلہ کرے گا کیا اس کا نام دین ہوگا؟ اور کیا یہ چیز قطعی ویقینی ہوگی؟ جب زکوٰۃ کی شرح بدلتی رہے گی تو اس نماز کا کیا تصور ہے کہ جو اسی طرح برقرار رہے۔ یہ تیز رفتار دور اور تیز رفتار وقت و زمانہ ہے مرکز ملت کو تو یہ کرنا ہی پڑے گا کہ نماز کی رکعات میں بھی حسب زمانہ و حالات تغیر و تبدیل ہوتا رہے۔ لیکن پرویزان ایں عصر کا تو یہ واضح نظریہ ہے کہ جن باتوں کو خداوند نے قرآن میں متعین نہیں کیا وہ زمانے کے تقاضوں اور حالات کے مطابق بدلتی رہنی چاہیئے۔ تو نماز کی رکعات میں بھی مرکز ملت کو تغیر کرنا ہی پڑے گا۔ آخر اس کا جواب تو واضح کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک تو غیر دینی قرار پائیں اور مرکز ملت کو یہ منصب تفویض کر دیگیا کوئی فرق اور کوئی وجہ تو ہو کہ خدا کے پاک پیغمبر تو حجت نہیں اور آج کل کے مرکز ملت حجت کیسے بن گئے؟

اس قسم کی دیگر جزئیات بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن سے یہ بتلانا ہے کہ پرویزیان ایں عصر کے نزدیک سنت مطہرہ کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں ہے۔ جبکہ اس کے بالمقابل اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ اسلام کا منشا وہی ایسے کمال کا حاصل کرنا ہے جو اللہ رب العزت کی رضا کا موجب ہو جس کا نمونہ خاتم الانبیاء بھی ایسے کمال کا حاصل کرنا ہے۔ الانبیاء والمرسلین کی پاک اور مبارک زندگی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہ انوار خود قرآن نے متعین کر دیا ہے اس کا دامن تھامنے والا ہی کائنات میں سرخرو ہو سکتا ہے اس کا تارک ہر جگہ ذلت و رسوائی کا منہ دیکھے گا۔ یہی وہ سنت مطہرہ ہے جو اعدائے اسلام کیلئے سب سے بڑی اذیت کا موجب ہے۔ اور اسی راہ سے بغاوت کرانے کے لئے پرویزان ایں عصر کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں تاکہ فرنگیت کے رنگ میں رنگے جاسکیں۔ بقول علامہ اقبال مرحوم سے

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

صاحب مراسلہ مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں میں یہ اعلان کر دیا کہ بچوں کی شادیاں کرانے کے لئے ہمارے پاس لاؤ اور ثواب دارین حاصل کرو کیونکہ (نعوذ باللہ معاذ اللہ) یہ ان کے رسول کی سنت ہے کہ آپ نے نو سال کی بچی سے شادی کی تھی کیا اس کو کوئی ملاں جھٹلا سکتا ہے؟"

صاحب مراسلہ نے مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا اور اس کے ذریعہ جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے وہ صد درجہ قابل نفرت ہے۔ صاحب مراسلہ نے اصل حوالہ نہیں لکھا کہ بات واضح ہو سکے۔ اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بعض تمسخر کے انداز سے بیان کیا اور نعوذ باللہ معاذ اللہ لکھ کر یہ تاثر دیا ہے کہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ ہوا ہے یہ تو بس ان کے ملاؤں کی بات ہے پرویزیان ایں عصر کے دماغ کا خناس بھی عجیب و غریب ہے وہ نو سال کی بچی کے حاملہ ہونے کی خبر سن کر فوراً ایمان لاتا ہے خمار تھا اور بار بار کے نو سال کی عمر کے بچے کو پیدا کر دینا زور دور تہذیب کی ترقی میں شمار ہوتا ہے۔ اور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے کے یہ بھی عاقل و دانشور مفکر و محقق کتب احادیث میں جب اس قسم کی خبریں بلکہ صرف نکاح کی خبر سنتے ہیں تو مارے غیض و غضب کے ان کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور احادیث پاک پر بے اعتمادی کی فضا قائم کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ قیامت برپا کر دی جاتی ہے۔ احادیث کی اہانت بلکہ تکذیب کی کھلے عام دعوت دی جاتی ہے اور وہاں نہ اشکال نہ شرم و عار اور نہ اخباری پروپیگنڈہ کو کوسا جاتا ہے نہ مصوروں کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث اور اس واقعہ کی صحت میں ذرہ بھر شائبہ ہوتا تو اکابرین و محدثین مفسرین و فقہاء جو عاقل بھی تھے اور مفکر

باقی صفحہ ۲۱ پر

جبار کارپٹس
ڈیلرز
قائد آباد کارپٹ ○ مون لائٹ ○ بلال کارپٹ ○
یونائیٹڈ کارپٹ ○ ڈیکورا کارپٹ ○ اولمپیا کارپٹ
مساجد کیلئے خاص رعائت
ایم آر ایونیو ... برکات حیدری ... ناظم آباد کراچی

شیخ الاسلام حضرت مولانا

سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

ایک جامع شخصیت

شکیل احمد بستوی متعلم دارالعلوم دیوبند

حضرت شیخ العرب والعجم مجاہد اعظم امام العلماء رحمۃ شیخ زمانہ، فقیہ عصر شیخ طریقت مولانا سید حسین احمد المدنی علیہ الرحمہ کی ذات اقدس ان سعادت مند انسانوں میں سے ایک ہے۔ جن پر خداوند قدوس نے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ نسبی کی وجہ سے انوار و برکات کے دروازے کھول دیئے تھے۔ حضرت مدنی ملت اسلامیہ کی ایک عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فرزند جلیل تھے دینی علوم و فنون، اسلامی معارف و حقائق کے امین تھے آپ کا سینہ گنجینہ فیض اور قرآن و حدیث کے ایمان افروز فیوض و برکات کا حقیقی حامل تھا۔ آپ نے ایک عرصہ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھائی ہے۔ نیز مسجد نبوی میں بھی آپ نے زمانہ تک روضہ اطہر کے سامنے حدیث نبوی کا درس دیا ہے۔ آپ کا نصب العین اور دوسروں کا نصب العین بالکل مختلف تھا۔ لیکن پھر بھی آپ نے اپنے نصب العین میں ہمیشہ کامیابیاں حاصل کی۔ آپ کی صفات عالیہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ جس طرح علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اسی طرح نرم، سخی، فراخ دست، متواضع اور عمدہ سلوک کرنے والے تھے اور آپ نے اپنی دلیری و بہادری اور بے مثل ذی ہمت اور تنومند انسان ہونے کی وجہ سے خدا کی راہ میں انگریز جیسے ظالم و جابر کا مقابلہ کیا۔ آپ کی شان عربی کے ان اشعار کے مطابق تھی جن کا مفہوم یہ ہے۔

"کہ آپ بزرگوں میں نہایت قابل فخر ہستی اور ان کی جماعتوں کا پیشوا اکابر عظام کا مقتدا علیہ دنیا کا شرف و مجد، وقت کا مجدد۔ لوگوں کا ملجا و ماویٰ، غوث کو قطب شیخ طریقت اور دین و مذہب کا مقتدی تھے۔"

افسوس اتنی بڑی ہستی ہم سے چھن گئی۔ سنا ہے کہ سورج ہمیشہ طلوع نہیں رہتا۔ کبھی نہ کبھی اسے غروب ہونا ہے۔ اور یہ ناقابل انکار حقیقت بھی ہے کہ ہدایت کا آفتاب عرفان و حقیقت کا نیر تاباں بھی اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت دکھا کر ہمیشہ کے لئے حجاب کی آڑ میں چھپ گیا۔ اور اپنا نمونہ اسوہ دنیا کے لئے چھوڑ گیا پھر بھی اس پر دنیا نے غم و افسوس کیا۔ ایک شاعر حضرت کی وفات سے متاثر ہو کر کہہ اٹھا جن کا مطلب یہ ہے۔

"کہ حضرت کی وفات کی خبر کتنی خوفناک خبر تھی۔ جس نے پہاڑ کو بھی توڑ دیا۔ اور صبر و ثبات کے سنگین قلعوں کو ہلا دیا۔"

یقیناً جب آپ نے دنیائے فانی سے عالم جاودانی کا سفر کیا تو یہ حادثہ جانکاہ نہ صرف علماء ہی کے لئے جانکاہ و اور اندوہناک ثابت ہوا بلکہ پوری دنیا کے لئے انتہائی تکالیف کا باعث ہوا۔ جس پر نہ صرف عالم انسانیت نے ہی آنسو بہایا بلکہ اس عالم ربانی کی وفات پر زمین و آسمان بھی آنسو بہانے پر مجبور ہوئے۔"

جس کی منظر کشی ایک شاعر نے عربی زبان میں کی تھی مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔

"جب حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا اعلان کیا گیا۔ وہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے تو ملائکہ نے بھی اس مرد مجاہد، تقویٰ، علم و عمل، ریاضت و مجاہدے میں یکتا پر آنسو بہائے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مدنی اخلاص وللٰہیت زہد و تقویٰ میں یکتا تھے اور خلوص کا بے نظیر نمونہ تھے۔ آپ کی ذات سخت سے سخت مصائب و شدائد کی حالت میں بھی عزم و ہمت کا پہاڑ ثابت ہوئی۔ جابر و ظالم انگریز حکومت کے سامنے حق گوئی و صاف بیانی میں نواسہ رسول فرزند بتول حضرت فاطمہ زہراء کے لاڈلے حضرت حسینؓ کا عملی کردار اپنا کر حکومت کا ہر چیلنج قبول کر لیا۔ فرقہ پرستوں یا دیگر باطل جماعتوں نے حضرت کو انتہائی سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ مگر چونکہ آپ ملامت سننے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لئے کسی کا جواب نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ان کو دعائیں دیتے۔

موجودہ مسائل کا حل ——— قرآن کریم کی ایک آیت

ولا تعثوا فی الارض مفسدین ٥ القرآن

زمین میں فساد پھیلانے والے مت بنو۔

مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے اس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی یعنی یہ کسی نسل رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریئے، ایک عقیدے ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے اسے امت اسلامیہ کہا جاتا ہے۔

آج مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں خون سے آلودہ ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ارشاد قرآنی کو چھوڑ دیا ہے ہمیں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت، مساوات، عدل، دیانت، خداترسی، انسانی ہمدردی اور عظمت کردار کا درس ہمیں ارشاد خداوندی اور رسول اللہؐ کے سنت کے طریقہ سے ملے گا۔

جو کرنا ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا۔
(ظفر علی خان)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

احساس ذمہ داری اور شبانہ گریہ وزاری

از: عبید اللہ اظہر۔ درگئی

"ہو مروان کے بیٹو! تمہیں عزت و شرف اور مال و متاع میں بہرہ وافر مل چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امت مسلمہ کی آدھی یا دو تہائی دولت تمہارے قبضے میں ہے۔" صبح کا وقت اور دمشق کا قصر شاہی چھتیس سینتیس سال کا ایک وجیہہ و شکیل نوجوان شاہی خاندان کے مردوں سے مخاطب ہے۔ اس کے چہرے سے ایک عجیب قسم کی اداسی ٹپک رہی ہے۔ اور اس کا جسم موٹا تازہ ہے۔ اور اس عیش و عشرت کا مظہر ہے۔ جس میں وہ پل کر جوان ہوا ہے۔ اور جو ہفتہ دو ہفتہ پہلے تک اس کی زندگی کا سب سے نمایاں اور شوخ رنگ تھا لیکن اب اس پر خدا خوفی اور آخرت کی باز پرس کا احساس چھا چکا ہے۔

سننے والوں کی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں۔ شاید وہ سمجھ گئے ہیں کہ نوجوان کیا کہنا چاہتا ہے؟ اور پھر وہ یکدم پکار اٹھتے ہیں:

"بخدا جب تک ہماری گردنوں پر سر موجود ہیں یہ نہیں ہو سکتا، ہم نہ تو اپنے باپ دادا کو ظالم اور غاصب بنائیں گے۔ اور نہ ہی اپنی اولاد کو مفلس و قلاش" نوجوان صبر و سکون کے ساتھ ان کا احتجاج سنتا رہا۔

اور کہتا: "ناجائز دولت ناجائز ہے، رعایا کی املاک پر قبضہ قطعی حرام ہے۔ اس ناجائز اور حرام کو مٹانے میں اگر میری مدد نہیں کرو گے تو تم لوگ جس عزت و شرف کی بنیاد پر اپنا حق جتا رہے ہو۔ اس سے میں تمہیں محروم کر دوں گا۔ اور ذلت و رسوائی تمہارا مقدر بن جائے گی۔"

نوجوان کی آواز بلند ہو گئی۔ اور اس کے زیر و بم میں غصہ بجلی کی طرح لہرا رہا ہے، "میرے پاس سے چلے جاؤ"، وہ تقریباً چیختے ہوئے کہتا ہے۔

"یہ مجلس کے برخاست ہونے کا اعلان بھی ہے۔ اور اس بات کا نوٹس بھی کہ جن حرام اور ناجائز املاک اور جاگیروں سے تم از خود دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہو، میں انہیں زبردستی چھین کر ان کے اصل مالکوں کو دے دوں گا۔" بنو امیہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھتے اور چلے جاتے ہیں۔ ایک بزرگ اموی تلملاتے ہوئے کہتا ہے: "عبدالعزیز نے جب عمرؓ بن خطاب کی پوتی سے شادی کی تھی تو میں نے اس وقت کہہ دیا تھا کہ ہمارے خاندان میں عمر فاروقؓ کا خون بھی شامل ہو رہا ہے اور اس کا ایک روز ہمیں خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

وہ سچ کہتا ہے نوجوان عمر بن عبدالعزیزؒ، عمر بن خطابؓ کے صاحبزادے عاصمؓ کی بیٹی ام عاصمؒ کا بیٹا ہے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مرنے سے پہلے اسے نامزد کر گیا تھا۔ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی وہ سلطنت میں پیدا ہونے والی ایک ایک خرابی کا قلع قمع کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اور اس کا آغاز سب سے پہلے اپنے گھر سے کرنا چاہتا ہے۔

نوجوان خلیفہ قصر شاہی سے اٹھ کر مسجد میں آتا ہے، جہاں عام مسلمان منادی کے ذریعے پہلے سے جمع ہو چکے ہیں۔ حمد و ثنا کے بعد انہیں مخاطب کرتا ہے۔

"لوگو! بنو امیہ نے جن عطیات اور جاگیروں دیں۔ خدا کی قسم نہ تو انہیں جاگیریں دینے کا حق تھا۔ اور نہ ہمیں لینے کا۔ اب میں ان سب کو ان کے اصل حقداروں کو واپس کرتا ہوں۔ اور اس کا آغاز اپنی ذات سے اور اپنے خاندان سے کرتا ہوں۔"

لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آتا لیکن آئے یا نہ آئے، اپنے عہد کی سب سے بڑی معاشی اصلاح کا اعلان ہو چکا ہے۔ اور پھر ان کی آنکھیں جو منظر دیکھتی ہیں۔ اس سے دم بخود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے غلام کی طرف دیکھتے اور کہتے ہیں۔ اسناد شاہی کا خریطہ لاؤ۔ خریطہ پہلے ہی اس کے پاس ہے۔ حضرت عمرؒ خریطہ مزاحم کے حوالے کرتے ہیں۔ وہ ایک وثیقہ بلند آواز سے پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کو دے دیتے ہیں۔ حضرت عمرؒ کے ہاتھ میں قینچی ہوتی ہے۔ اور اس دستاویز کے پرزے پرزے کر دیتے ہیں پھر دوسرے وثیقے کا بھی یہی حشر ہوتا ہے پھر تیسرے کا صبح کے وقت یہ سلسلہ شروع ہوا تھا، ناگہاں موذن اللہ اکبر کی صدا لگا کر اعلان کرتا ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ آخری دستاویز کے پرزے بھی اڑا دیتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک عجیب اضطراب و درماندگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سر دونوں ہاتھوں پر جھکا ہوا ہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا ہے۔ زبان آہ و زاری میں مصروف ہے اور سسکیوں سے آواز گلوگیر ہے۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ گھبراہٹ اور بے تابی سے ان کے پاس پہنچی، کچھ دیر مجھ پر سکتے کا سا عالم طاری رہا، زبان کی طاقت گویائی گم تھی۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر دل اندر سے لرزتا آ رہا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ہمت کر کے پوچھا: "خیر تو ہے؟ فرمائیے کیا تکلیف ہے؟ آخر اس گریہ و زاری کا سبب کیا ہے؟"

کچھ دیر تو وہ خاموش رہے۔ جب میں بہت پیچھے پڑی تو فرمایا "فاطمہ تمہیں اس سے کیا غرض" لیکن جب میں نے پھر اصرار کیا اور کہا میں چاہتی ہوں کہ آپ کی تکلیف کا سبب معلوم کروں۔ تو میں بھی اس کو دور کرنے میں آپ کی مدد کروں، تو فرمایا فاطمہ! مجھ پر ایک

عجیب پریشانی طاری ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اپنے آپ کو ایک عجیب مصیبت میں پاتا ہوں۔ تقدیر نے لاکھوں میل کے علاقے کی حکومت میرے سپرد کی ہے، میں سوچتا ہوں کہ کروڑوں بندگان خدا کی ذمہ داری میرے سپرد کی ہے۔ معلوم نہیں کتنے مریض ہیں۔ جن کی شفایابی کا سامان نہیں۔ کتنے پریشان روزگار ہیں، کتنے تنگ دست و فاقہ کش ہیں، کتنے قیدی ہیں جو دشمنوں کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہیں۔ کتنے یتیم اور بیوائیں ہیں۔ جن کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔ مجھے کچھ نہیں آتا کہ میں قیامت کے دن اس ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکوں گا۔

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا بلا لحاظ مذہب و ملت ہر انسان جو میری مملکت میں رہتا ہے۔ اس کی راحت و آسائش کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ کے یہ بندے میری نگرانی میں ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کل جب مجھ سے اپنے بندوں کے متعلق دریافت کرے گا کہ میں نے ان کی خدمت کہاں تک انجام دی۔ اور ان کی دیکھ بھال کس طرح کی۔ تو میں کیا جواب دوں گا؟ مجھے خیال آتا ہے کہ عام انسانوں کے علاوہ امت محمدیہ کی مخصوص ذمہ داری ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا۔ وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں بھی باز پرس کریں گے دل لرزتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں کیا کہوں گا، سرخ سفید، گورے اور کالے جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے ہیں ان کی نگہداشت و حفاظت اور اصلاح و تربیت کے متعلق میں حضورؐ سے کیا عرض کروں گا؟

"اے فاطمہ مجھے جب اس کا خیال آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے"، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ اور دل قابو میں نہیں رہتا۔ اور ایک ایسی ہی رات کا ذکر کیا، سب ہی راتیں اسی حال میں گذرتی ہیں۔ کہ زبان پر آہ و سرد اور آنکھیں اشکبار۔ بعض اوقات تو اس طرح تڑپتے تھے۔ جیسے کوئی ذبح کیا ہوا جانور تڑپتا ہے۔ ایک رات اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد واللیل شروع کی۔ اور جب (میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں۔ جو کہ شعلہ بار ہے) تک پہنچے تو رقت طاری ہو گئی۔ اتنا روئے کہ آواز گلوگیر ہو گئی۔ آنسوؤں کی شدت سے دم گھٹنے لگا۔ بالآخر سلسلہ قرأت رک گیا۔ اور کسی طرح آگے نہ بڑھ سکے کبھی کبھی ان کی حالت اس درجہ اضطراب انگیز ہو جاتی کہ میں گھبرا جاتی تھی۔ دل میں پریشان کن خیالات آتے اور سوچنے لگتی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غم و الم کی شدت میں ان کی روح پرواز کر جائے اور صبح جب لوگ اٹھیں تو انہیں معلوم ہو کہ اس وقت ان کا خلیفہ ختم ہو چکا ہے

فاطمہ بنت عبدالملک جو کہ ایک امیر خاندان کی لڑکی تھیں، شادی کی پہلی رات کو جب عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے گلے میں قیمتی ہار دیکھے تو فرمایا یہ سب مال مسلمانوں کا ہے۔ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو یہ زیورات بیت المال کو واپس کر دو۔ ورنہ تمہارا راستہ الگ اور میرا الگ۔ فاطمہ نے اسی وقت تمام قیمتی زیورات اتار کر بیت المال بھیج دیئے۔

آج دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو کسی عمر فاروقؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، محمد بن قاسمؒ، محمود غزنویؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انتظار ہے۔ بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ اسرائیل میں فلسطینیوں اور مقبوضہ کشمیر میں مسلمان حریت پسندوں کا قتل عام ہو رہا ہے افغانستان میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی ہے۔ تمام مسلمان سربراہ مملکت اپنی اپنی کرسی بچانے کی فکر میں ہیں۔ اور کسی کو بھی ان مظلوم مسلمانوں کی کھلم کھلا اور عملی مدد کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ بیت المقدس، مقبوضہ کشمیر، افغانستان اور دیگر مسلم ریاستوں کو کون آزاد کرائے گا؟

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں بھیڑ بکریوں کے ساتھ ساتھ بھیڑیے بھی چرتے تھے۔ لیکن کسی بھیڑیے کی ہمت نہ ہوتی کہ وہ کسی بکری پر حملہ کر دیں۔ ایک دن دور دراز علاقے میں ایک گڈریا ریوڑ چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیے نے بکری پر حملہ کر دیا۔ اس وقت گڈریے نے لوگوں سے کہا کہ آج حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو گڈریے کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ اور جب تصدیق ہو گئی تو لوگ حیران ہو گئے۔ گڈریے نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پانچواں خلیفہ کہتے ہیں انہوں نے عدل و انصاف سے حکمرانی کی۔ ایک رات ان کے ہاں مہمان آیا۔ حضرت عمرؒ چراغ کی روشنی میں لکھ رہے تھے کہ چراغ کا تیل ختم ہو گیا۔ مہمان نے کہا کسی غلام کو جگا دوں؟ حضرت عمرؒ نے منع فرمایا کہ نوکر دن بھر کام کر کے تھک گئے ہوں گے۔ ان کو تکلیف دینا ٹھیک نہیں۔ مہمان نے پیش کش کی کہ میں خود چراغ میں تیل ڈال کر آتا ہوں۔ لیکن حضرت عمرؒ نے کہا مہمانوں کو تکلیف دینا مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال کر آئے۔ اور کہا۔

"وہ میں اٹھتے وقت بھی عمر بن عبدالعزیزؒ تھا اور اب بیٹھتے وقت بھی عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں"

آج کل سیاست دان حکومت کی کرسی تک پہنچنے کی جائز و ناجائز کوشش کرتے ہیں۔ حکمران اپنی جیبیں بھرتے ہیں۔ رشتہ داروں کو ملازمتیں، پرمٹ لائسنس دیئے جاتے ہیں۔ غریب عوام ایسے لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں لیکن حکومت بننے کے پانچ سال تک ان لوگوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ انتخابات کے قریب یہ سیاستدان پھر غریبوں کے خیر خواہ بن کر ووٹ مانگنے آتے ہیں لیکن عوام ایسے سیاستدانوں کا محاسبہ کرنے کے بجائے پھر ان کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ اور مزید پانچ سال تک بیوقوف بنائے جاتے ہیں۔

تمام مشکلات کا حل اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے۔

ایک ناکام عاشق: افسانہ نہیں حقیقت

تحریر: شکیل احمد خان بستوی دیوبند

"محمدی بیگم" مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے گھر کی چشم و چراغ تھی۔ بہت حسین و جمیل تھی۔ دور دور تک اس کے حسن کا شہرہ تھا۔ وہ عنفوان شباب ہی پر تھی کہ کسی غرض سے اپنے والد کے ہمراہ مرزا کے گھر گئی (محمدی بیگم مرزا کی چچازاد بہن کی لڑکی تھی)۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مرزا کے دل میں عجیب عجیب خیالات آنے لگے۔ وہ ملکۂ حسن کے گلشن رعنائی اور نشیب و فراز کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ آج محمدی بیگم بے نقاب تھی۔ مرزا اپنے کملائے ہوئے بدبودار اور بدنما پھولوں کی بیخ پر اس نازنین دوشیزہ کے چمن عصمت کی خوشہ چینی کرنا چاہتا تھا۔ وہ حسینہ اس کے دل و دماغ پر چھا گئی۔ قسم قسم کے پوشیدہ خیالات، کیف و بدامان اسے گدگدانے لگے۔ محمدی بیگم والد کے ہمراہ [illegible] کھڑی تھی۔ مرزا اور حسینۂ قادیان کے درمیان مرزا احمد بیگ حائل تھا۔ مسٹر چند منٹ کے لئے آپ باہر چلے جائیں، بہت اہم کام ہے۔ مرزا نے ڈرتے ڈرتے کہہ ہی دیا۔ صاحب میری طبیعت گوارہ نہیں کرتی کہ اکیلے باہر چلا جاؤں۔ کوئی خطرہ نہیں یقین رکھئے! مرزا نے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ مرزا چاہتا تھا کہ کسی حیلے بہانے سے ان کو باہر کر کے اس کنواری دوشیزہ کے چمن عصمت کی خوشہ چینی کرے۔ اس کی ناموس عصمت و شرافت پر ڈاکہ ڈال کے منہ کالا کرے۔ مگر ساری کوشش ناکام ہو گئی۔ آخر حسرت بھری ایک نگاہ ڈالی تو وہ چشم ہی کھڑی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں سمندر کی گہرائی، چاند کی طرح چمکتے نرم نرم ہونٹ، سڈول جسم گویا حسن کا جوہر رونق فطرت تھی۔ مرزا کے منہ میں پانی آ گیا۔ چٹخارے لگا۔ محمدی بیگم اپنے والد کے ہمراہ ہی رہی جب مرزا کی ساری کوشش ناکام ہو گئی تو غصے سے بہت مضطرب ہوا۔ مگر وہ ہٹنے پر ایک سیکنڈ کے لئے تیار نہ ہوا۔ مرزا نے ایک چال چلی کہ محترم آپ کو معلوم ہو کہ خدا کی طرف سے مجھ کو الہام ہوا ہے کہ تمہارا کام اس شرط پر پورا ہو سکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو (آئینہ کمالات ص۲۸۶ طبع قادیان) مرزا نے حالت غضب میں کہا۔ وہ شخص غیرت کا پتلا تھا۔ یہ کلمات اس کے کانوں تک خطرناک شعلے بن کر لپکے۔ دل پیلا ہوا۔ اور چلا گیا۔ مرزا نے بہت ڈینگ ماری۔ منت سماجت کی۔

تو محمدی بیگم جس نے مرزا کی ساری شیطانی حرکت کو دیکھ رکھا تھا، تڑپ گئی۔ خدایا میرے والد کے دل میں استقامت عطا فرما۔ اسے دنیا کی ہر قسم کی لالچ سے بے نیاز کر دے۔ اور طرح طرح کی دعائیں کرنے لگی۔ کیونکہ ڈر تھا کہ کہیں اس کا باپ لالچ میں آ کر اسے شیطان کے ناپاک چنگل میں نہ ڈال دے۔ دعا قبول ہوئی۔ والد کسی صورت میں شادی کے لئے تیار نہ ہوا۔ مرزا کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آخر نبوت کا دعویدار تھا ہی اس کے حصول کو اپنی نبوت کے صدق و کذب کا معیار قرار دیا۔ ملاحظہ ہو انجام آتھم ص۲۲۳ طبع قادیان) کہ میں اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں۔ "ہر روک دور کرنے کے بعد اس لڑکی کو خدا اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۱) اور عربی میں اس طرح لکھا۔ کذبوا بآیاتی وکانوا بھا یستھزئون فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لاتبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۶، ۲۸۳) اور کئی دھمکیاں نازل ہوئیں۔ حالات بہت نازک ہوتے گئے۔ مرزا احمد بیگ کو اس درندہ صفت آدمی سے خطرہ لاحق ہوا۔ اس نے اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد بیگ سے کر دیا۔ مرزا کے خوابوں کی حسین و جمیل کلی مستقبل کے لئے اپنے خاوند کی بیوی بن چکی تھی۔ مرزا خوب گیا۔ اس کی امید پر پانی پھر گیا۔ حیران و پریشان تھا کیا کرے۔ اب تو نکاح ہو چکا ہے۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی نبوت کا مسئلہ تھا۔ اس کی پیشگوئی کا مسئلہ تھا۔ اسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک شیطان نے آواز دی۔ میرے پیارے لاڈلے نبی کیوں پریشان ہو؟ تم میرے محبوب ہو خدا تو سب کچھ جانتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے ہر شے پر قادر ہے۔ مرزا نے التجا سا انداز میں استفسار کیا۔ تم رنجیدہ خاطر ہو۔ انا زوجناکھا فی السماء۔ ہم نے محمدی بیگم سے تمہارا نکاح آسمان پر ہی کر دیا۔ (شیطان نے کہا)

خدایا اب تو اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ کس طرح وہ میرے نکاح میں آ سکتی ہے؟ اگر میں دخل اندازی کروں تو خود میرے اصحاب ہی ناراض ہو کر مجھے قتل کر دیں گے! مرزا نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ — فکر نہ کرو میرے پیارے انا نھلک بعلھا کما اھلکنا اباھا ونردھا الیک "تذکرہ ص۲۲۹" گھبراؤ مت بہت آسانی کے ساتھ محمدی بیگم کو تم تک پہونچا دیں گے۔ عنقریب اس کے شوہر کو ہلاک کر دیں گے۔ جس طرح ہم نے اس کے باپ کو ہلاک کر دیا۔

مرزا مطمئن تھا کہ اب محمدی بیگم حاصل ہو کر رہے گی۔ چونکہ اس کے خدا کی وحی آ چکی تھی۔ فوراً پیشگوئی کی کہ اس کا شوہر اڑھائی سال بعد ہلاک ہو جائے گا۔ یا کم از کم میری زندگی میں مر جائے گا۔ مرزا وقت کا انتظار کرتا رہا۔ وہ ڈھائی سال بعد بھی زندہ رہا۔ خود مرزا کا دیہانت ہو گیا۔ ادھر محمدی بیگم اپنے شوہر کے گھر صحیح سلامت ۴۰ سال تک بقیہ حیات رہ کر ۱۹۶۶ء میں بحالت اسلام فوت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ اس کی مغفرت کرے۔ کیونکہ یہی قانون مرزا کے کاذب ہونے کی کھلی نشانی ہے اور منہ بولتا ثبوت تھی۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سیکنڈ مرزا کو کہہ رہا ہے کہ مرزا جھوٹا ہے۔ مگر مرزائی امت بہری ہے سن نہیں سکتی ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ ہے دیکھ نہیں سکتی۔ مرزا بصد حسرت و یاس، ناامیدی و ناکامی، ہیضہ جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو کر اپنے خدا (شیطان) کے گھر (بیت الخلاء) میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہلاک ہو کر داخل جہنم ہوا۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اللہ ہم کو اس کے ناپاک فتنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

نگاہ، سجدے پہ سر قلم ہو دعا پہ زبان کٹے

مرزائے قادیانی اور اس کا افیمی خاندان

از: پرویز ظفر، کراچی

جب سے کائنات وجود میں آئی ہے اور زمین پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اس وقت سے لے کر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کرام کی صداقت بھی آئی ہے وہ سب صادق اور امین تھے۔ اگر کوئی ان کی تعلیمات سے منکر ہوتا تھا پھر بھی وہ انبیاء کرام کی صداقت کی گواہی دیتا تھا۔ اور باوجود کوشش کے ان کے کردار کا کوئی ایسا پہلو تلاش نہ کر پاتا تھا جو قابل اعتراض ہو۔ یہی صداقت پیغام حق کو بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی تھی۔ اس طرح صداقت معیار نبوت کی پہلی سیڑھی تھی۔ یہی صداقت کردار و گفتار پر چھائی رہتی تھی۔ اور اس صداقت سے اللہ کے بندے متوجہ ہوتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام ہر قسم کی لغویات سے مبرا ہوتے تھے اس لیے ان کی طرف سے آنے والی ہدایات اور تعلیمات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہوتی تھیں۔

لیکن دنیا میں سچ و صداقت کا مقابلہ ہمیشہ جھوٹ سے رہا ہے۔ لہٰذا حق و صداقت کے مقابلے میں نبوت کے کچھ دعویدار ایسے گزرے ہیں جنہیں دنیا کاذب و دجال کی حیثیت سے جانتی ہے ان میں ایک "مرزا قادیانی" بھی شامل ہے۔ اور یہ ایسے گروہ میں شامل ہے کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لیکن عمل سے انتہائی فریبی اور جھوٹا قرار پایا۔ اور دروغ گوئی میں "ممتاز" مقام حاصل کیا۔ موصوف کے کردار کی جھلک کے لیے بطور آئینہ صرف ایک واقعہ ہی کافی ہے۔

مرزا غلام قادیانی دعویدار تو نبوت کا تھا لیکن اپنے ہی والد کی پنشن کے روپے ہضم کر لیے تھے۔ اور یہ ایسی بات نہیں کہ مرزا غلام قادیانی کا یہ کردار اس کے چیلوں سے پوشیدہ ہو۔ یہ بھی ہر قادیانی خوب جانتا ہے کہ نامحرم عورتیں تنہائی میں مرزا غلام قادیانی کی "خدمت" کرتی تھیں۔

یہ قادیانی بھی خوب ہیں پہلے تو انہوں نے اپنے گرو کے ایسے ایسے اعمال اپنی ہی کتابوں میں تحریر کیے اور مرزا غلام قادیانی اور اس کے چیلوں کے بارے میں ایسے غلیظ اعترافات موجود ہیں کہ اب انہیں خود شرم آتی ہے۔ لہٰذا مرزا کی شان میں خود اپنی ہی تحریر کردہ کتب اس درجہ شرم اور ندامت کا سبب بنی ہوئی ہیں کہ انہیں چھپاتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ اس کردار (مرزا غلام قادیانی جیسے) کے حامل شخص سے عقل سلیم رکھنے والے حضرات کے لیے وابستگی نہ صرف دنیاوی ذلت اور رسوائی کا سبب ہے بلکہ آخرت میں بھی تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

قادیانیوں کو خود اپنی ہی کتابوں میں جو آئینہ نظر آتا ہے وہ اس قدر کریہہ المنظر ہے کہ قادیانیوں کو آئینہ دیکھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے لیکن وہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔ جب ان کا پنڈت ہی جھوٹا، فریبی اور نشئی ہے اور قادیانیت کی ساری عمارت ہی جھوٹ اور مکر پر کھڑی ہے تو وہ بھی ڈھٹائی سے جواب اور فریب پر قائم ہیں۔ کیونکہ جھوٹوں میں شمولیت کے لیے خود جھوٹا اور دغاباز ہونا شرط ہے اور یہی شرط مرزا غلام قادیانی کے پیروکار نباہ رہے ہیں۔ اس وقت غلام قادیانی کے عشق کے اندھوں کی حالت ایسی ہے کہ یہ اندھے جن میں رات کو دن اور دن کو رات کہنے میں کوئی شرم اور عار محسوس نہیں کرتے۔

قادیانیو! یہ مقام عبرت ہے تمہارے لیے اس لیے کہ ہم مرزا اور اس کے چیلوں کو افیمیوں کا ٹولہ نہیں کہتے تم خود اپنی کتابیں دیکھو کہ اپنے گرو اور اس کے چیلوں نے مرزا کے بارے میں جو واقعات درج کیے ہیں کیا ان میں مرزا غلام قادیانی اور اس کے حواریوں کو افیمی ثابت کرنے میں کسی چیز کی کمی ہے۔

مرزا محمود کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

میرا ایک استاد تھا جو افیم کھاتا تھا۔ وہ حقہ لے کر بیٹھا رہتا تھا کئی دفعہ پینک میں اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی۔ ایسے استاد نے پڑھانا کیا تھا۔ (مرزا محمود قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۱۹، نمبر ۹۲، مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۹ء)

افیمی ماسٹر نے تعلیم تو دی لیکن افیمی بنا گیا۔ اور یہ اسی افیم کا ہی کمال تھا کہ الہامات ہونے لگے۔ اگر مقدار زیادہ ہوتی تو شاید پینک میں دعویٰ خدائی کر بیٹھتا۔ نعوذ باللہ۔ یہ تو بیٹے کا حال تھا خود باپ مرزا قادیانی بھی افیون استعمال کرتا تھا بلکہ وہ تو شراب بھی دوائی استعمال میں لاتا تھا۔

قادیانیو! مرزا غلام قادیانی کی سیرت اور کردار کو پڑھ کر بجا کہ تمہیں ندامت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن تم میں اتنی اخلاقی جرأت کہاں کہ ایک افیمی کے ہذیان کو رد کر سکو۔

قادیانیو! اللہ غفور و رحیم ہے توبہ کے دروازے کھلے ہیں آؤ صدق دل سے توبہ کر لو۔ کیونکہ مرزا کے منہ سے نجاست نکال کر تمہیں یہ بتا دیا ہے کہ حق اور راہ حق کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بلاوا آ جائے اور تمہارا تمہارے پنڈت سے برا حال ہو۔

چند اور حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تحت بنائی۔ اس کا بڑا جزو افیون تھا۔"

مرزا محمود قادیان، مندرجہ اخبار الفضل جلد ۱۷، نمبر ۹، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ افیون بعض اطباء کے نزدیک نصف طب ہے۔"

(اس کا بھی حوالہ بھی وہی ہے جو پہلے درج ہے)

"مرزا شیر علی جو مرزا کے سالے تھے اکثر گالیاں دیتے کہ بڑا شیر ہے لوگوں کو لوٹنے کے لیے دکان کھول رکھی ہے ...... لوگ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا۔ پتہ تو ہم کو ہے جو رات دن اس کے پاس رہتے ہیں۔"

(مرزا محمود کی تقریر سالانہ جلسہ ۱۹۳۵ء مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۹۱، جلد نمبر ۲۳، مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء)

قادیانیو! سوچو اور بتاؤ کہ کیا اس کے بعد بھی تم سچ و جھوٹ میں تمیز نہیں کر سکتے؟

بقیہ: تفسیر مسیح

تھی۔ ان کو حضرت مریم قرار دینا۔ سراسر غلط ہے۔

(۲) مولوی نظام الدین صاحب مرزائی نے ارشاد فرمایا ہے:

"اور یہ جو بعض تواریخ میں آیا ہے۔ کہ یوز آسف "شوالابت" سے آیا تھا۔ اور عربی تحریروں میں اصل لفظ "شوالابت" آیا ہے۔ یعنی اصل میں "ب" کے ساتھ ہے۔ اور فارسی تحریروں میں حرف "پ" کے ساتھ آیا ہے۔ یہ در اصل "صلیب" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اور کشمیری ملاں آج بھی صلیب کو صولیب کہتے ہیں۔ باوجود اس کے ان کو تنبیہ کی گئی پھر بھی "صلیب" ان کے منہ سے نہیں نکلتی۔"

(جاری ہے)

حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں نہیں

کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اس لئے بھی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس برس کی روایت صحیح نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اور نہ وہ اس چھوٹی سی عمر یعنی تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے تھے اور یہ روایتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ کنز العمال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۳۴ (جلد دوم) میں ابوہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔

اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان لئلا تعرف فتوذای۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا تا کہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب (جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۱) میں جابرؓ سے روایت کرکے یہ حدیث لکھی ہے۔

کان عیسیٰ بن مریم یسیح فاذا امسی اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے۔ اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب (جلد ۶ صفحہ ۵۱) میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ جس کے یہ لفظ ہیں۔

قال احب شئی الی اللہ الغرباء قیل ای شئی الغرباء قال الذین یفرون بدینھم ویجتمعون الی عیسیٰ ابن مریم۔

یعنی یہ فرمایا:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں۔ جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب سے کیا معنے ہیں۔ کہا وہ لوگ جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۳/۵۴)

قادیانی دلیل کی تردید

(۱) مرزا صاحب قادیانی کا یہ لکھنا کہ "احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی ہے" صحیح نہیں ہے۔ ایسی کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ، کے صفحہ ۴۹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"من قال خمسا وستین حسب السنۃ التی ولد فیھا والسنۃ التی قبض فیھا ومن قال ثلاثا وستین وھو المشھور اسقطھما ومن قال ستین اسقط الکسور ومن قال اثنتین ونصف کانہ اعتمد علی حدیث فی الاکلیل وفیہ کلام لم یکن نبی الا عاش نصف عمر اخیہ الذی قبلہ وقد عاش عیسیٰ خمسا وعشرین ومائۃ"

حکیم خدا بخش صاحب مرزائی کی خیانت ملاحظہ ہو اس نے اپنی کتاب عسل مصفیٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۱۹ پر حضرت شیخ کی اس کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے صرف الفاظ (وعاش عیسیٰ علیہ السلام خمسا وعشرین سنۃ ومائۃ) نقل کر دیئے ہیں۔ اور الفاظ "وفیہ کلام" نقل نہ کئے۔

(۲) تفسیر ابن جریر کی جلد سوم کے صفحہ ۱۹۲ پر ایک روایت ہے جس میں حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس بتائی گئی ہے۔ مگر یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن ابی لہیعہ ہے جس کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ ضعیف تھا۔ اور معروف الحال اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ جابر سے قابل انکار اور اوپری باتیں اس نے روایت کی ہیں۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور نسائیؒ نے کہا ہے کہ وہ معتبر نہیں ہے۔ اور راسے نے کہا کہ ابن لہیعہ بڑھا اور احمق اور ضعیف العقل آدمی تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہے۔ اور ہمارے ساتھ بیٹھا ہوتا تھا اور بادل دیکھتا تو کہتا کہ وہ علیؓ بادل میں سے گذر رہے ہیں۔"

(رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۷ بحوالہ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۲۶)

(۳) مقتدائے اہل حدیث امام حافظ ابن کثیرؒ (مسک العارف صفحہ ۴۲ از مولوی سید محمد احسن صاحب مرزائی امروہی) اپنی تفسیر کی جلد سوم کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ یہ بھی اثر گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع اس وقت ہوا کہ جب آپ کی عمر ۳۳ برس تھی۔ پھر اس تفسیر ابن کثیر کی جلد پنجم کے صفحہ ۲۸۰ پر بحوالہ ابن ابی الدنیا ایک حدیث نبوی لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی عمر ۳۳ سال کی ہوئی ہے۔

(۴) جو دو باتیں مرزا قادیانی نے لکھی ہیں۔ ان دونوں باتوں کو اسلام کے تمام فرقے ہرگز نہیں مانتے۔ مرزا صاحب پر ضروری تھا کہ کتابوں کے حوالہ جات اور دلائل سے اس امر کو ثابت کرتے۔ حضرت مسیحؑ سے پیشتر حضرت نوح علیہ السلام گزرے ہیں جن کی عمر ۹۵۰ سال قرآن کریم سے ثابت ہے۔

اور حضرت ابراہیمؑ کی سیاحت و سفر ملاحظہ ہو۔ ملک عراق عرب میں آپ پیدا ہوئے۔ شام کی طرف ہجرت کی۔ ملک مصر بھی گئے۔ اور سرزمین حجاز کو بھی اپنے قدموں سے مشرف فرمایا۔

(۵) حدیث کی کتاب کنز العمال کی جلد ششم کے صفحہ ۵۱ پر ہے:

"قال احب شئی الی اللہ الغرباء قیل ای شئی

الغو یا أقال الذین یفرون بدینہم ویجمعون
الی عیسیٰ بن مریم۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔
سب سے پیارے خدا کی جناب میں غرباء لوگ ہیں۔ پوچھا گیا
کہ غرباء کے کیا معنی ہیں۔ حضور پرنور نے فرمایا وہ لوگ جو
بھاگیں گے۔ اپنے دین کے ساتھ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی طرف
جمع ہوں گے۔"

مرزا صاحب قادیانی کی چالاکی ملاحظہ ہو۔ الفاظ
"الی عیسیٰ بن مریم" کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "عیسیٰ مسیح کی
طرح" حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے "عیسیٰ ابن مریم کی طرف" غرضیکہ
جملہ "الذین یفرون بدینہم ویجتمعون
الی عیسیٰ بن مریم" کا ترجمہ کرنا کہ وہ لوگ ہیں
جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں یہ سراسر
غلط ہے۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ بھاگنے والے اور
جمع ہونے والے لوگ ہیں نہ کہ عیسیٰ ابن مریمؑ۔ مرزا صاحب غلط
ترجمہ کرکے یہ استدلال پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ مسیح
اپنا دین لے کر ملک سے بھاگے تھے۔

(۴) بقول مرزا قادیانی لغت کی مشہور و معروف کتاب
لسان العرب کے ص ۲۱۳ پر لکھا ہے۔
قیل سمی عیسیٰ مسیح لانہ کان سائحا
فی الارض لا یستقر یعنی عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا
گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا تھا۔ اور کہیں اور کسی جگہ اس کو
قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے"
(مسیح ہندوستان میں ص ۷۹)

حضرت مسیحؑ کا وطن ملک شام تھا۔ علاقہ فلسطین شام
کا ایک حصہ ہے۔ موجودہ اناجیل اربعہ اور انجیل برنباس کے
مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح تبلیغ کے لئے سفر
کیا کرتے تھے۔ آپ کی بیوی اور بچے نہ تھے۔ اور نہ گھر بار تھا۔ ملک
شام ملک پنجاب سے بہت بڑا ہے۔ کوئی ضلع گورداسپور کے برابر
علاقہ نہیں ہے۔ اور تاریخ روضۃ الصفا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا
ہے۔ کہ مسیح ملک عراق کے شہر نصیبین کی طرف بھی گئے تھے۔ جو بیت
المقدس سے قریباً ۴۵۰ کوس دور ہے۔ پس مسیح ناصری
نے اپنے وقت میں خوب سفر کئے ہیں۔

قادیانی مغالطے سے بچو
تاریخ روضۃ الصفا کا حوالہ

(۱) مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں"
کے ص ۷۹ پر لکھا ہے۔
"بہرحال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے
تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف
سفر کرنا ہے۔ اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان
میں آویں اور ان گم شدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے
مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں۔"

(۲) حکیم خدا بخش صاحب مرزائی نے اپنی کتاب
عسل مصفیٰ کے حصہ اول کے ص ۲۹۰ و ۲۹۱ پر لکھا ہے۔
"واقعہ صلیب سے ۳۰ روز تک مسیح حواریوں سے ملتا بھی
رہا۔ لیکن خفیہ دروازہ بند کرکے ملاقات کرتا۔ جس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ حواریوں کو افشاء راز سے ممانعت کی گئی تھی۔ باہر والے
ان کو مصنوعی بات بتانی پڑی کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ اور
بعض نے محض یہودیوں کے خیال کو پھیرنے کے لئے کہ وہ تعاقب
نہ کریں مصنوعی قبریں بنالیں۔ تاکہ یہودیوں کو یقین ہو جائے
کہ مسیح مر گیا۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام اس پہاڑ
سے اتر کر دوسری سمت کو چل دیئے۔ اور کئی سو میل کی
مسافت طے کرکے نصیبین میں پہنچے چنانچہ کتاب روضۃ
الصفا جلد اول ص ۱۳۳ میں لکھا ہے
ملک را حدیث شمعون مستحسن افتاد باحضار روح اللہ
فرمان داد عیسیٰ آمد۔
یعنی بادشاہ کو شمعون کی بات اچھی لگی۔ حضرت روح
اللہ کے بذات خود تشریف لانے کا حکم دیا۔ اور سرخی میں لکھا
ہے۔
"در ذکر رفتن عیسیٰ صلوۃ اللہ بناحیہ نصیبین یعنے عیسیٰ علیہ السلام کے
جانے کا ذکر نصیبین میں۔ پھر اسی کتاب کے ص ۱۳۴ پر لکھا ہے۔
ارباب اخبار گفتہ اند کہ در زمان عیسیٰ بادشاہ بے۔
بودہ در ولایت نصیبین بغایت متکبر و جبار حضرت نبوی بدعوت او ما
مور شدہ متوجہ نصیبین گشتہ۔ اس تمام عبارت سے ظاہر ہے
کہ حضرت عیسیٰؑ نصیبین میں گئے۔"

(۳) مولوی سید صادق حسین مرزائی اٹاوی نے اپنی کتاب کشف الاسرار
کے ص ۳۳ پر لکھا ہے کہ سفر نصیبین میں حضرت عیسیٰ کے ساتھ
آپ کی والدہ اور حواری بھی تھے۔ اور ان میں سے تین حواریوں
کا نام یعقوب۔ تومان۔ شمعون بتایا ہے۔ واضح ہو کہ یہ تومان
حواری جس کا ذکر روضۃ الصفا میں لکھا ہے۔ اور جو سفر نصیبین میں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ وہی تھوما حواری ہے
جس کی نسبت انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔ کہ وہ ہندوستان
میں آیا۔ جیسا کہ ہم اوپر بھی دکھلا چکے ہیں۔ جب تومان یا تھوما
حواری اس مہاجرانہ سفر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھا۔
اور اس کی یعنی تھوما کی نسبت یہ امر مسلّم ہے۔ کہ وہ ہندوستان
میں آیا۔ تو ایسی حالت میں عقلاً یہ امر واجب التسلیم قرار پاتا ہے۔
کہ ملک کشمیر میں محلہ خانیار میں پائے جانے والا یوز آسف فی الحقیقۃ
یسوع مسیح ہے نہ کوئی اور۔"

جواب

(۱) کتاب تاریخ روضۃ الصفا من تالیفات محمد خاوند
شاہ مطبوعہ ۱۲۷۱ھ چھاپہ بمبئی جلد اول کے صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱
عنوان یوں قائم کیا گیا ہے۔
"ذکر احوال حضرت عیسیٰ ابن مریم اس کے بعد ان کی
ولادت کا ذکر ہے۔ ص ۱۳۰ و ص ۱۳۱ پر
لفظ مسیح کی بحث کی گئی ہے۔ صفحہ ۱۳۲ پر ان کے معجزات مندرجہ سورۃ
آل عمران مثلاً اندھے اور برص والے کو اچھا کرنا اور مردے زندہ کرنا
باذن اللہ درج ہیں۔ ص ۱۳۳ پر عنوان یوں ہے۔ "ذکر رفتن
عیسیٰ صلوۃ اللہ علیہ بناحیہ نصیبین و زندہ شدن سام ابن نوحؑ
بدعائے آنحضرتؑ" صفحہ ۱۳۳ پر عنوان ہے "ذکر نزول مائدہ
از آسمان بدعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام" صفحہ ۱۳۴ پر عنوان ہے
"ذکر مہاجرت عیسیٰؑ از بیت المقدس و ظہور لطفے از معجزات او در
سفر" صفحہ ۱۳۵ پر عنوان یوں ہے۔ "ذکر رفع حضرت عیسیٰؑ
از دار یہودان برآسمان بحکم ایزد منان" ص ۱۳۶ پر حضرت عیسیٰؑ
کی جگہ کسی اور شخص کا ان کا ہم شکل ہو کر مارا جانا اور حضرت عیسیٰ
کا آسمان پر اٹھایا جانا لکھا ہے۔ پھر اس کے آگے یوں لکھا ہے۔
"و کثیرے از ثقات روایت کردہ اند کہ عیسیٰؑ در بیت المعمور
مقیم ست و ایزد تعالیٰ سبحانہ لذات بشری از وے انتزاع نمودہ است
و طبع ملائکہ کرامت فرمودہ آنحضرت با ایشاں در آں مقام تا وقت
آخر الزمان بعبادت قیام خواہد نمود و چوں حضرت مہدیؑ در
آخر الزمان خروج نماید عیسیٰ بامر خداوند عالمیان از آسمان
بجانب زمین نزول فرماید در وقتیکہ مردم صفوف راست کردہ
باشند در آں حال منادی کند
کہ ایں شخص عیسیٰ بن مریم ست کہ از آسمان فرود آمدہ و خلائق

متوجہ عیسیٰ شدہ از نزول او مسرور گردند مہدی از وے تقاضا
نماید تا امت احمد را امامت فرماید عیسیٰ گوید کہ تو پیش رو کہ
ما امروز متابعت شما باید نمائیم و مہدی در محراب رفتہ و سائر
مسلمین باو اقتدا نمودہ نماز بگذارند گفتہ اند کہ عیسیٰ بعد از نزول
از عالم علوی چہل سال دیگر زندگانی کند و بتزوج میل فرماید
و فرزنداں از وے متولد گردند و با اعدائے ملت احمدیہ
محاربہ فرمایند و مجموع امم مختلفہ را کہ از دین بیگانہ باشند بقتل
آورند و در زمان او شیر و شتر و پلنگ با بقر و گرگ با گوسفند
زیست کنند و کودکان با حیات بازی کنند و چوں بعالم بقا خرامد
مسلمانان بروے نماز گذاردہ در حجرہ عائشہ کہ مدفن
حضرت رسالت و شیخین است مدفون سازند صلی اللہ علی نبینا
وعلیہ وعلیٰ سائر الانبیاء والمرسلین الیٰ یوم الدین۔ ذکر قتل نبی
اسرائیل و رفتن حواریاں بدعوت خلق اطراف۔ چوں عیسیٰ بآسمان
رفت یہود اصحاب او را گرفتہ در تعذیب کوشیدند

(صـ۱۳۶ و ۱۳۷)

ناظرین نے دیکھ لیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
اور ان کے مریدوں نے کیسا دھوکہ دیا ہے۔ کتاب تاریخ الصفا
میں تو حضرت مسیح ابن مریم کا آسمان پر اٹھایا جانا۔ اب تک آسمان
میں زندہ رہنا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونا۔
اور فوت ہو کر آنحضرت علیہ السلام کے روضہ مبارک میں دفن ہونا
صاف طور پر لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم
اور آپ کے تین حواری نصیبین کی طرف ان کے رفع سے
پہلے تشریف لے گئے تھے۔ مرزا صاحب اور ان کے مریدوں
کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر
کھینچے گئے تھے۔ (یعنی ملک شام میں تھے)
مرہم عیسیٰ سے ان کے زخموں کا علاج ہوا۔ پھر
اس صلیبی واقعہ کے بعد آپ عراق، ایران، افغانستان، پنجاب
اور کشمیر کا سفر کیا۔ ۱۲۰ برس کی عمر پائی۔ سری
نگر محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے" تاریخ روضۃ الصفا کا
مضمون اس سے بالکل الگ ہے۔ اس کتاب میں یہ کہیں
نہیں لکھا ہے۔ کہ واقعہ صلیبی کے بعد حضرت مسیح نے اپنی
والدہ کے ساتھ مشرقی ممالک کا سفر کیا۔ اور یہ بھی نہیں لکھا
ہے۔ کہ واقعہ صلیبی کے بعد حضرت عیسیٰ نے اپنی والدہ کے
ساتھ مشرقی ممالک کا سفر کیا۔ اور یہ بھی نہیں لکھا ہے کہ مسیح
کشمیر میں آکر فوت ہوا تھا۔

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی عمر
مبارک رفع کے وقت ۳۳ سال تھی۔ (دیکھو تفسیر ابن
کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۳ صـ۲۱۵) اور ساتھ
یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ حضرت مسیح ناصری کی والدہ
حضرت مریم صدیقہ کی قبر بیت المقدس میں ہے۔ (دیکھو
مولوی سید محمد سعید مرزائی کا خط کتاب اتمام الحجۃ
صـ۲۰ و ۲۱ کا حاشیہ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ
صلیبی کے بعد حضرت مسیح اور حضرت مریم کا مشرقی ملکوں کی
طرف آنا سراسر غلط ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی
تاریخوں اور تفسیروں میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے۔ کہ حضرت
مسیح اور حضرت مریم صلیبی واقعہ کے بعد کشمیر میں تشریف لائے۔
اور نہ یہ لکھا ہے۔ کہ مسیح کشمیر میں مر گیا

(۳) بیشک تھوما حواری کی قبر مدارس (میلاپور) میں
موجود ہے۔ مگر تھوما حواری حضرت عیسیٰ کے رفع کے بعد ہندوستان
میں آیا تھا۔ اور شہر کالمین واقع احاطہ مدارس میں وہاں کے
راجہ کے حکم سے شہید ہوا تھا۔ (کاتھولک کلیسا کی مختصر تاریخ
صـ۲۱۰۲۰ و صـ۲۸)

قادیانی خبط العشوا!

حضرت مریم کی قبر

(۱) مولوی سعید مرزائی ساکن طرابلس کی تحریر
کتاب اتمام الحجۃ کے صـ۲۰ و ۲۱ کے حاشیے پر ہے۔
"حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔
بیت اللحم اور بلدہ قدس میں تین کوس کا فاصلہ ہے اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے
اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے۔ اور وہ گرجا سب گرجاؤں
سے بڑا ہے۔ اس کے اندر عیسیٰ کی قبر ہے۔ اور اسی گرجا میں حضرت
مریم صدیقہ کی قبر ہے۔ اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور
بنی اسرائیل کے عہد میں بلدہ قدس کا نام یروشلم تھا"

(۲) حکیم خدا بخش صاحب مرزائی کی کتاب عسل
مصفیٰ حصہ اول صـ۵۳۳ پر ہے۔
"معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم واقعہ صلیب کے بعد
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ممالک شرقیہ میں آئیں۔
کیونکہ ان کی قبر بھی ارض مقدسہ میں نہیں ....
حضرت مریم کی قبر اب تک کاشغر میں موجود ہے۔ جس کو
شک ہو جا کر دیکھ لے"

(۳) مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے: کے الفاظ رسالہ
ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جولائی ۱۹۱۶ء کے صـ۲۵۶ کے
حاشیہ پر یوں ہے۔
"آخر کار مسیح کی قبر بھی محلہ خانیار سری نگر میں مل گئی
اس قبر کے متعلق بھی لوگوں سے دریافت کیا گیا۔ اور تاریخ
سے پتہ لیا گیا۔ تو یہی معلوم ہوا۔ کہ یہ اسی یوز آسف کی قبر ہے
جو انیس سو سال ہوئے۔ کہ کشمیر میں آیا تھا۔ مزید ثبوت یہ
ملا کہ وہ قبر اور اس کے ساتھ والی مسیح کی ماں کی قبر ٹھیک
اسی طرز پر ہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل کی قبریں ہوتی تھیں"
نوٹ:۔ سری نگر کے محلہ خانیار میں ایک قبر تو شاہزادہ
یوز آسف کی ہے۔ اور دوسری قبر میر سید نصیر الدین کی ہے۔
(تاریخ کشمیر صـ۸۲)

مرزائی مولویوں کے عجیب و غریب اقوال

(۱) مولوی غلام رسول صاحب فرماتے ہیں۔
"اور شام سے کشمیر کی طرف آتے ہوئے درمیان کے سفر
میں نصیبین سے دوسرے کی طرف راستہ میں چلے گئے اور کوہ
مری جو در اصل کوہ مریم ہے ایسے نشانوں کا پایا جانا خود اس طرف
توجہ دلاتا ہے کہ حضرت مسیح اور حضرت مریم کو ضرور ان مقامات سے کوئی تعلق
اور کوئی نسبت ہے" (رسالہ التقیہ صـ۳۳)
نوٹ:۔ قوم عیسیٰ خیل کے علاوہ موسیٰ زئی، یحییٰ زئی
و یوسف زئی قومیں بھی تو سرحد پر ہیں۔ اور کوہ سلیمان کو کیوں
بھول گئے۔ کیا حضرت سلیمان نبی علیہ السلام یہاں آئے تھے۔

(۲) منشی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔
"معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ کشمیر میں لدووی
(بی بی لال) کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ نام آپ کا عبرانی کے
الاہ سے بگڑ کر بنا ہے۔ عبرانی میں جوان عورت الماہ کہلاتی ہیں
(رسالہ اعجاز محمدی صـ۱۲ کا حاشیہ و صـ۱۵ کا حاشیہ)
نوٹ:۔ حضرت للہ دیدی ایک مجذوبہ کشمیر میں گذری
ہیں۔ اور آپ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے زمانے
میں ہوئی ہیں۔ اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی
پیدائش ۷۱۳ھ میں اور وفات شریف ۷۸۶ھ میں ہوئی

باقی صـ۳۲ پر

منقبت

سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر صدیقؓ نہ ہوتے ——— تو اُن کا ذکر کیا ہوتا
نہ یہ محفل سجی ہوتی ——— نہ میں نے کچھ لکھا ہوتا
نہ ہوتے وہ تو پھر کیسے ——— چمکتے چاند کی مانند
صداقت کے اُجالوں کا ——— نہ چرچا جا بجا ہوتا
میرے ابوبکرؓ سے بڑھ کر ——— کوئی ہوتا تو کیا ہوتا
نہ ایسا ہم سفر ہوتا ——— نہ ایسا دل رُبا ہوتا
نہ لے آتے وہ آقا کو ——— بٹھا کر اپنے کاندھوں پر
تو غارِ ثور کا یارو ——— نہ کوئی تذکرہ ہوتا
اِدھر جذبہ محبت کا ——— اُدھر وہ سانپ کا ڈسنا
مثالی زیرِ لب لا کر ——— کہاں یہ معجزہ ہوتا
وہ عاشق تھے نبوت کے ——— وہ ارفع تھے اطاعت میں
اگر وہ آج پھر ہوتے ——— نہ کوئی کج ادا ہوتا
نبیؐ کے بعد دامن میں ——— سجایا ہر صحابیؓ کو
مگر نہ دین کی تسبیح ——— کا ہر دانہ جُدا ہوتا
یہ رشتے غم گساری کے ——— صلے ہیں جاں نثاری کے
نہ سوتے دائیں پہلو میں ——— نہ یہ رُتبہ ملا ہوتا
حقیقت کو سمجھ لیتے ——— اگر یہ آج کے "مومن"
نہ کوئی بے ادب ہوتا ——— نہ کوئی بے حیا ہوتا
میرے صدیق اکبرؓ کے ——— بڑے احسان ہیں اختر
یہ دُنیا چومتی اُن کے ——— جہاں بھی نقشِ پا ہوتا

اگر صدیقؓ نہ ہوتے تو اُن کا ذکر کیا ہوتا
نہ یہ محفل سجی ہوتی نہ میں نے کچھ لکھا ہوتا

(امیر اختر، جھنگ صدر)

نعت

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

آقاؐ کا یہ سب لطف و عطا میرے لیے ہے
ویسے تو گنہگار ہوں کیا میرے لیے ہے

○

زاہد نہ مجھے روک میں ہوں عازمِ طیبہ
سرکار کا منگتا ہوں وہ جا میرے لیے ہے

○

لیتا ہوں میں ہر روز اسی نقش کا بوسہ
آقاؐ کا جو نقشِ کفِ پا میرے لیے ہے

○

مجرم ہوں، گناہ گار ہوں، عاصی ہوں، سیہ کار
پھر بھی تری رحمت کی ردا میرے لیے ہے

○

ادنیٰ سا ہوں سرکارِ دو عالمؐ کا ثنا خواں
فردوس کی پاکیزہ فضا میرے لیے ہے

○

سرکارؐ کی بے پایاں عنایات کے صدقے
ہر قافیہ آسان ہوا میرے لیے ہے

○

دیوانہ ہوں، مشتاق ہوں، بیمار ہوں تیرا
دیدار مدینے کا شفا میرے لیے ہے

○

پھر مجھ کو ضرورت نہیں فردوسِ بریں کی
جب تک کہ مدینہ ہی ترا میرے لیے ہے
ناشاد میں قمری ہوں جو اس باغِ عرب کی
خوشبو میں گلستاں بسا میرے لیے ہے

(ارشد محمود ناشاد، واہ کینٹ)

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

قادیانی پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں

کراچی و حیدرآباد کے خونی فسادات اور اندرون سندھ ہلاکو و چنگیز خان جیسی قتل و غارت گری میں

بنیادی ہاتھ قادیانی تربیت یافتہ گوریلوں کا ہے

مشتے نمونہ از خروارے چند شواہد ملاحظہ ہوں۔

◉ اس لئے کہ پاکستان قادیانی عقیدے کے مطابق اللہ کی مرضی کے خلاف بنا ہے اور انکے جھوٹے نبی کے بیٹے اور جانشین مرزا محمود نے **پاکستان توڑنے کا عہد کیا تھا** ملاحظہ ہو اخبار الفضل قادیان ۵ اپریل ۱۹۴۷ء ۔ ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء

◉ اس لئے کہ جعلی خاندان نبوت کی لاشیں اس وصیت کے ساتھ ربوہ میں دفن ہیں کہ جب بھی حالات سازگار ہوں لاشیں قادیان لیجائی جائیں گی۔ (بحوالہ انٹرویو ظفر اللہ قادیانی رسالہ آتش فشاں لاہور)

◉ اس لئے کہ ۱۹۵۳ء میں امت مسلمہ کے ہزارہا مسلمانوں نے ان کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ◉ اس لئے کہ ۱۹۷۴ء کی دستور ساز اسمبلی میں امت مسلمہ کے منتخب نمائندوں نے متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ◉ اس لئے کہ ان کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر نے لندن میں کہا کہ "**سندھ میں افغانستان کے حالات پیدا ہو جائیں گے**" (دیکھئے روزنامہ جنگ لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۸۵ء)

◉ مرزا طاہر کا یہ بیان کہ "اللہ تعالیٰ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اللہ تعالیٰ اس ملک کو تباہ کر دے گا۔ آپ بے فکر رہیں چند دنوں میں آپ خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے گا۔" چٹان لاہور ۸/۱۹۸۶ء

◉ اس لئے کہ اندرون سندھ پر تشدد واقعات مثلاً معزز شہریوں کو اٹھوا کر اس پر لاکھوں روپے وصول کرنا، ریلوے اسٹیشن جلانا ریلوے لائن اکھاڑنا وغیرہ ایسی **مقامات پر ہوئے جہاں قادیانی آباد ہیں** شلاً باندھی، دوڑ، مورو، شہداد پور، ٹنڈو آدم، ہالا روڈ، صوبھو ڈیرو اور ضلع تھرپارکر کے علاقہ کنری کے متعدد ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

◉ اس لئے کہ قائد اعظم یونیورسٹی میں پاکستان دشمنی روس دوستی اور افغانستان کی موجودہ حکومت کی حمایت پر مبنی پمفلٹ دکانوں میں رات کے اندھیرے میں پھینکتے ہوئے **پکڑا جانیوالا لیکچرار قادیانی تھا جو مرزا قادیانی کے پہلے جانشین کا پوتا تھا۔** جسے سزا ہوئی (دیکھئے جنگ کراچی، نومبر ۱۹۹۱ء) ـــــــ قادیانی آپ کے اور پاکستان کے دشمن ہیں اپنے دشمنوں کو پہچانئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم